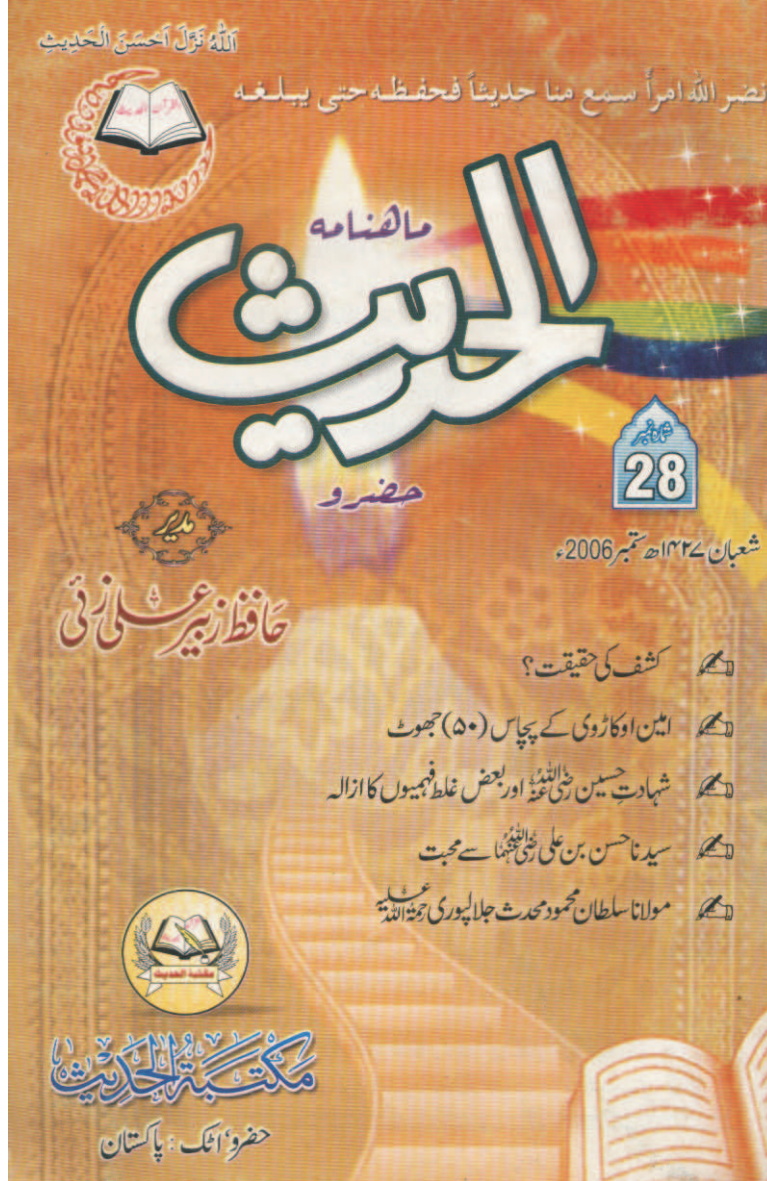


MAKTABA TUL HADITH HAZRO

By Alhadith at 12:37:20 AM, 2/26/2015



## ذرا سنبھل کے رہنا... کہ

ہم ایسے معاشرے میں رہ رہے ہیں جس کا ہر دن پہلے سے زیادہ پر فتن ہوتا ہے۔ نت نئے اور لادینیت کی طرف لے جانے والے اسباب اجاگر ہو رہے ہیں اور یہ یقینی امر ہے کہ آدمی ”ماحول“ کے رنگ میں رنگا جاتا ہے یعنی وہ اپنے ارد گرد کے ماحول سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

ایسے میں اسلامی تعلیمات کو اپنے لئے مشعل راہ بنانا، اپنی محافل و مجالس کو لغویات سے پاک کرنا، قلوب و اذہان کی تطہیر اور محبت و نفرت کا معیار ”الحب لله والبغض لله“ رکھنا صراطِ مستقیم کی جانب ایک اہم قدم ہے۔

”ماحول“ کو انسان کیسے قبول کرتا ہے۔ اس کی مثال رسول اللہ ﷺ نے کچھ یوں بیان فرمائی کہ ”نیک ہم نشین اور برے ہم نشین کی مثال خوشبو والے (عطار) اور بھٹی دھونکانے والے (لوہار) کی طرح ہے۔ پس خوشبو والا یا تو تجھے کچھ (خوشبو) ویسے ہی عنایت کر دے گا یا تو خود اس سے خرید لے گا ورنہ اس سے عمدہ خوشبو تو پائے گا ہی اور بھٹی دھونکانے والا یا تو تیرے کپڑے جلادے گا یا پھر تو اس سے بدبو تو پائے گا ہی۔ [بخاری: ۱۲۰۱، مسلم: ۲۶۲۸]

نبی اکرم ﷺ کی بیان کردہ اس حدیث میں اتنے خوبصورت پیرائے میں اچھے اور برے ہم نشین کی مثال بیان کی گئی ہے کہ اس سے بہتر تمثیل ممکن ہی نہیں۔ اور عبرت ہے ایسے نوجوانوں کے لئے جو فحاشی و بے ہودگی سے لبریز مجالس میں شریک ہوتے ہیں اور یہ تصور قائم کر لیتے ہیں کہ ہم کون سا (Participate) عملاً حصہ لے رہے ہیں۔ ایک مشہور مقولہ ہے:

صحبت صالح ترا صالح کنند      صحبت طالح ترا طالح کنند

یعنی نیک صحبت تجھے نیک اور بری صحبت تجھے برا بنادے گی۔

اس لئے برے ساتھیوں کا ساتھ چھوڑ کر اچھے ہم نشینوں کی رفاقت اپنانی چاہئے۔ برے لوگوں کی محفل ترک کر کے نیک لوگوں کی مجلس اختیار کرنی چاہئے۔ اچھے اور صالح دوست بنانے چاہئیں تاکہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تحت ہماری بہترین تربیت کریں اور ہم دنیا و آخرت میں سُرخرو ہوں۔

سنن ابی داؤد میں حدیث ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

(( لا تصاحب إلا مؤمناً ولا يأكل طعامک إلا تقي ))

تو صرف مؤمن سے دوستی رکھ اور تیرا کھانا صرف متقی کھائے۔

(سنن ابی داؤد: ۴۸۳۳ و اسناد صحیح)

اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا: (( الرجل علی دین خلیلہ فلینظر أحدکم من یخالل ))  
آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے پس تم میں سے ہر شخص دیکھے کہ وہ کس سے دوستی کرتا ہے۔

(سنن ابی داود: ۴۸۳۳ و اسنادہ صحیح)

دوستی سوچ سمجھ کر کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی بدعتی یا مشرک سے دوستی ہو اور وہ تمہیں گمراہی کے دروازے پر  
لے جائے اور تمہارا اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا دنیاوی و اخروی دونوں زندگیوں کی تباہی کا سبب بن جائے۔ وہ تم سے خیر و  
بھلائی ترک کروا کر تمہیں شریر بنا دے مسجد کا رستہ چھڑوا کر بے حیائی و فحاشی کی طرف لے جائے پڑھائی سے دلچسپی ختم  
کروا کر آوارگی میں مبتلا کر دے۔

اکثر یوں ہوتا ہے کہ پڑھنے والے ذہین طلباء پر کچھ نا سمجھ طالب علم اپنی غلط تربیت کا اثر ڈال دیتے ہیں جس سے  
مستقبل میں قوم کا رہنما بننے والا اپنے گاؤں بستی والوں کی تربیت کرنے والا، ایک آوارہ شخص بن جاتا ہے جس کی کوئی  
منزل نہیں ہوتی، پس ضروری ہے کہ ہمارا تعلق صحیح العقیدہ تابع سنت آدمی سے ہو جو وقت کی قدر کرتا ہو جس کی باتیں سننے  
سے اللہ تعالیٰ کی یاد تازہ ہو۔ اپنے عقیدے کی اصلاح اور اپنی زندگی کو سنوارنے کا موقع ملے۔ انہیں دیکھ کر اپنے چہرے  
کو بھی سنت نبوی ﷺ سے سجانے کی رغبت پیدا ہو اور نبی اکرم ﷺ کی نافرمانی کرنے سے دل میں گھبراہٹ محسوس  
ہو لیکن افسوس! کہ خط الرجال کے اس دور میں ایسی شخصیات کی کمی ہے۔ تلاش بسیار کے باوجود اگر کہیں نظر نہ آئیں تو  
پھر بھی بری صحبت، برے ہم نشین سے بہتر تنہائی ہے اور تنہائی میں غفلت و گمراہ کن خیالات کے بجائے اللہ تعالیٰ کا ذکر  
بہتر ہے۔

قارئین کرام! آج بے راہ روی کی ایک اہم وجہ وقت کی ناقدری بھی ہے۔ صرف وقت گزارنے کے لئے لوگ ایسی  
مجلسوں کی تلاش میں رہتے ہیں کہ جو جھوٹ، بہتان، چغلی، غیبت اور طنز و مذاق سے رونق افروز ہوں۔ تحصیل علم اور  
ذکر الہی کے بجائے تاش، لڈو اور سنو کرکلیز وغیرہ میں صبح سے شام تک وقت گزار دیتے ہیں اور پتا ہی نہیں چلتا۔  
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

نبی ﷺ نے وقت کی اہمیت کے بارے میں فرمایا:

”دو نعمتیں ایسی ہیں کہ اکثر لوگ ان کی قدر نہیں کرتے، وقت اور صحت“ (بخاری: ۶۴۱۳)

یاد رہے کہ اچھی صحبت اختیار کرنا ایمان اور اعمال صالحہ کی مضبوطی کا اور بری صحبت، ایمان اور اعمال صالحہ کی  
بربادی کا ذریعہ ہے۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت سرور کائنات سیدنا محمد ﷺ کی احادیث سے پیار کرنے ان کو سینے سے لگانے اور  
اپنے جسموں پر نافذ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

## شیطان اور بعض اُمتیوں کا شرک أضواء المصاییح فی تحقیق مشکوۃ المصاییح

(۶۷) وعن ابن مسعود قال قال رسول الله ﷺ : (( ما منكم من أحد إلا وقد وكل به قرينه من الجن وقرينه من الملائكة )) قالوا: وإياك يا رسول الله؟! قال: وإياي ولكن أعانني عليه فأسلم فلا يأمرني إلا بخير )) رواه مسلم.

(سیدنا) ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر آدمی کے ساتھ ایک قرین (ساتھی) جنوں میں سے اور ایک قرین (ساتھی) فرشتوں میں سے مقرر کیا گیا ہے۔ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم اجمعین) نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا آپ کے ساتھ بھی (دونوں قرین) ہیں؟ آپ نے فرمایا: جی ہاں! میرے ساتھ بھی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے اس (جن قرین) پر غلبہ دیا ہے لہذا میں اُس سے سلامتی میں رہتا ہوں، وہ مجھے خیر کا ہی حکم دیتا ہے۔ اسے مسلم (۲۸۱۴/۶۹) نے روایت کیا ہے۔

① ہر انسان پر دو قرین مقرر و مسلط کئے گئے ہیں، ایک قرین فرشتہ ہے جو اس کے دل میں نیکی اور خیر کی باتیں ڈالتا ہے اور دوسرا قرین جن (شیطان) ہے جو اس کے دل میں شر اور نافرمانی کی باتیں ڈالتا ہے۔ فرشتہ نیکی کی طرف بلاتا ہے اور شیطان بُرائی کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اب آدمی کو اختیار ہے کہ جس راستے پر چلنا چاہے، چلے لیکن یاد رہے کہ نیکی والے راستے پر چلنے والے کا انجام جنت اور بُرائی والے راستے پر چلنے والے کا انجام جہنم ہے۔

② نبی کریم ﷺ اپنے قرین پر غالب تھے لہذا وہ آپ کو نیکی ہی کی ترغیب دیتا تھا۔ اُمّت محمدیہ، اہل ایمان اللہ کے فضل و کرم سے شیطان (قرین) کے شر سے محفوظ رہتے ہیں۔ جس کا جتنا ایمان مضبوط ہوگا وہ اتنا ہی شیطان کے شر اور وسوسوں سے محفوظ رہے گا۔

③ اس حدیث میں ”فأسلم“ کا لفظ دو طرح پڑھا گیا ہے:

۱۔ ”فَأَسْلَمَ“ پس میں (اس سے) سلامتی میں رہتا ہوں۔

۲۔ ”فَأَسْلَمَ“ پس وہ مسلمان ہو گیا ہے۔

یہ لفظ دونوں طرح صحیح ہے اور دونوں معنی صحیح ہیں۔ آپ ﷺ کا قرین مسلمان بھی ہو گیا تھا اور وہ آپ کو نیکی کی ترغیب

ہی دیتا تھا۔

۴ ”ما“ کا لفظ یہاں عموم کے معنی میں ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس سے عموم ہی سمجھا ہے اور نبی کریم ﷺ نے اس عموم کی تردید نہیں فرمائی۔

لغت میں ”ما و من“ کو عموم کے لئے قرار دیا گیا ہے اور عموم سے بعض افراد کو اس وقت ہی خارج قرار دیا جاسکتا ہے جب کوئی صریح دلیل یا قریبہ صارفہ موجود ہو۔

۵ جنات انسانوں پر، اللہ کے اذن کے ساتھ اثر انداز ہو سکتے ہیں۔

۶۸) وعن أنس قال قال رسول الله ﷺ : ((إن الشيطان يجري من الإنسان مجرى الدم)) متفق عليه.

(سیدنا) انس (بن مالک رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انسان (کے جسم) میں شیطان اس طرح دوڑتا ہے جس طرح خون دوڑتا ہے۔

متفق علیہ (بخاری: ۲۳/۲۱۷۷ و ترمذی: ۵۶۷۸)

① اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کے جسم میں جن داخل ہو سکتا ہے اور اسے طرح طرح کے وسوسوں میں مبتلا کرنے کی کوشش کر سکتا ہے۔

② یہ روایت صحیح بخاری میں موجود نہیں ہے۔ بخاری (۲۰۳۸) اور مسلم (۲۱۷۵) نے اس مفہوم کی روایت سیدہ صفیہ بنت حبیبہ رضی اللہ عنہا سے بیان کر رکھی ہے۔

۶۹) وعن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ : ((ما من بني آدم مولود إلا يمسه الشيطان حين يولد، فيستهل صارخاً من مس الشيطان، غير مريم وابنها)) متفق عليه.

(سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اولاد آدم میں سے جو بھی پیدا ہوتا ہے تو اس کی پیدائش کے وقت شیطان اُسے چھوتا ہے۔ پھر وہ اس چھوئے جانے کی وجہ سے چیختا ہے سوائے مریم اور ان کے بیٹے (عیسیٰ بن مریم علیہما السلام) کے۔ متفق علیہ (بخاری: ۳۴۳۱ و مسلم: ۲۳۶۶/۱۳۶)

① پیدائش کے وقت (پیدا ہونے والے پر مکلف) شیطان اسے چھوتا ہے جس کی وجہ سے عام طور پر بچہ چیخ اٹھتا ہے۔

② عمران کی بیوی اور مریم کی والدہ نے دعا کی تھی کہ ﴿وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ﴾

الرَّجِيمُ ﴿اور اے اللہ!﴾ میں اسے (مریم کو) اور اس کی ذریت کو شیطان رجیم سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

(ال عمران: ۳۶)

اس دعا کی برکت سے اللہ نے مریم اور ان کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کو شیطان کے لمس (چھونے) سے محفوظ رکھا۔

اسی طرح انبیاء اور اللہ کے برگزیدہ بندے اللہ کے فضل و کرم سے شیطان کے لمس سے محفوظ رہتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمْ الْمُخْلِصِينَ﴾ سوائے ان میں سے تیرے مخلص بندے۔ (الحجر: ۴۰)

یعنی اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے اللہ کے فضل و کرم سے شیطان کے چھونے سے محفوظ رہتے ہیں۔ والحمد للہ

(۷۰) وعنه قال قال رسول الله ﷺ: ((صياح المولود حين يقع نزعة من الشيطان)) متفق عليه

اور انھی (سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نو مولود بچے کا (پیدائش کے وقت) چیخا

شیطان کے چھونے سے ہوتا ہے۔ متفق علیہ (بخاری: ؟، مسلم: ۲۳۶۷/۱۴۸)

① اس روایت کی تشریح کے لئے دیکھئے حدیث سابقہ: ۶۹

② یہ روایت صحیح بخاری میں نہیں ملی بلکہ ہمارے علم کے مطابق صحیحین میں سے صحیح مسلم ہی میں موجود ہے۔ واللہ اعلم

(۷۱) وعن جابر قال قال رسول الله ﷺ: ((إن إبليس يضع عرشه على الماء، ثم يبعث سراياه

يفتنون الناس، فأدناهم منه منزلة أعظمهم فتنة، يجي أحدهم فيقول: فعلت كذا وكذا،

فيقول: ما صنعت شيئا. قال: ثم يجي أحدهم فيقول: ما تركته حتى فرقت بينه وبين امرأته قال:

فيدنيه منه ويقول: نعم أنت)) رواه مسلم.

(سیدنا) جابر (بن عبد اللہ الانصاری رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابلیس اپنا تخت پانی پر رکھتا

ہے پھر وہ لوگوں کو فتنوں میں ڈالنے کے لئے (شیطانوں کے) چھوٹے چھوٹے لشکر بھیجتا ہے۔ اس کے نزدیک

قریب ترین درجے والے (شیطان) سب سے زیادہ فتنہ ڈالنے والے ہوتے ہیں۔ (پھر) اُن میں سے ایک (سردار

شیطان) آکر (ابلیس کو) بتاتا ہے کہ ”میں یہ یہ کر کے آیا ہوں۔“ ابلیس کہتا ہے: تو نے کچھ بھی نہیں کیا۔ پھر ایک

(شیطان) آکر کہتا ہے کہ ”میں شوہر اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی ڈال کر آیا ہوں۔“ ابلیس اسے اپنے نزدیک کرتا

ہے اور سینے سے لگا کر کہتا ہے: ”جی ہاں! تو نے (بڑا) کام کیا ہے۔“ اسے مسلم (۲۸۱۳/۶۷) نے روایت کیا ہے۔

① ان تمام صحیح روایات سے ابلیس، شیاطین اور جنوں کا وجود اور اُن کا انسانوں پر اثر انداز ہونا ثابت ہوتا ہے۔

② بڑا شیطان ابلیس جس نے آدم علیہ السلام کو سجدہ نہیں کیا تھا، ہر جگہ نہیں ہوتا بلکہ کسی سمندر پر اپنا تخت بچھا کر بیٹھا ہوا ہے۔



③ دو مسلمانوں کے درمیان جدائی پر شیطان بہت زیادہ خوش ہوتا ہے۔

④ شیطان اعظم کے بہت سے ماتحت (جنوں اور انسانوں میں سے) اس زمین پر دن رات شیطانی احکامات پر عمل پیرا ہیں۔

(۷۲) وعنه قال قال رسول الله ﷺ : (( إن الشيطان قد أيس من أن يعبد المصلون في جزيرة العرب ولكن في التحريش بينهم )) رواه مسلم۔

اور انھی (سیدنا جابر بن عبد اللہ الانصاری رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شیطان (ابلیس) اس سے مایوس ہو گیا ہے کہ جزیرہ عرب میں (اہل ایمان) نمازی اُس کی عبادت کریں لیکن وہ انھیں آپس میں لڑانا چاہتا ہے۔ اسے مسلم (۲۸۱۲/۶۵) نے روایت کیا ہے۔

① یہ حدیث اس سلسلے میں بہت واضح ہے کہ صحابہ کرام شرک نہیں کریں گے اور واقعاً ایسا ہی ہوا۔ کسی صحابی سے بھی اسلام لانے کے بعد شرک ثابت نہیں ہے۔ والحمد للہ

② اس حدیث میں صحابہ کرام کی باہمی لڑائیوں مثلاً جنگ جمل اور جنگ صفین کی طرف اشارہ ہے۔

③ یہ کہنا کہ بعض امت مسلمہ میں یا جزیرہ عرب میں قیامت تک شرک واقع نہیں ہوگا، بے دلیل دعویٰ ہے، جس کے لئے بعض احادیث کے مفہوم میں رد و بدل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جبکہ صحیح احادیث سے یہ ثابت ہے کہ امت مسلمہ کے بعض افراد میں شرک کا وقوع ہوگا، مثلاً:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (( لا تقوم الساعة حتى تضطرب أليات نساء دوس علی ذی الخلفة ))۔ اس وقت تک قیامت نہیں ہوگی جب تک دوس (قبیلے) کی عورتیں جسم مذکاتے ہوئے ذوالخلصہ (قبیلہ دوس کے بت اور طافوت) کا طواف نہیں کریں گی۔ (صحیح بخاری: ۱۱۶/۷ صحیح مسلم: ۲۹۰۶)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جزیرہ عرب میں قیامت سے پہلے شرک کیا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ولا تقوم الساعة حتى تلحق قبائل من أمتي بالمشركين وحتى تعبد قبائل من أمتي الأوثان)) اور اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک میری امت کے (کچھ) قبائل مشرکوں سے نہ مل جائیں گے اور جب تک میری امت کے (کچھ) قبائل بتوں کی عبادت نہ کریں گے۔ (سنن ابی داؤد: ۴۲۵۲ وسندہ صحیح)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امت محمدیہ میں بعض لوگ شرک کریں گے۔

ایک صحیح روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (( ما أخاف عليكم أن تشرکوا )) مجھے یہ ڈر نہیں ہے کہ تم شرک کرو گے۔ (صحیح بخاری: ۱۳۴۴ صحیح مسلم: ۲۲۹۶)

اس حدیث کی تشریح میں حافظ ابن حجر العسقلانی لکھتے ہیں:

”أي عليٰ مجموعكم ، لأن ذلك قد وقع من البعض أعاذنا الله تعالى“، یعنی بالاجماع تم شرک نہیں کرو گے، کیونکہ اس (شرک) کا وقوع بعض (امتیوں) سے ہوا ہے۔ اللہ ہمیں پناہ میں رکھے۔ (فتح الباری ۲۱۱/۳) نووی نے کہا: ”وأنها لا ترتد جملة“ اور بے شک وہ (امت) بالاجماع مرتد نہیں ہوگی۔

(شرح صحیح مسلم للنووی، درسی نسخہ ج ۲ ص ۲۵۰)

عینی حنفی نے کہا: ”معناه عليٰ مجموعكم لأن ذلك قد وقع من البعض والعياذ بالله تعالى“ اس کا معنی یہ ہے کہ تم بالاجماع شرک نہیں کرو گے کیونکہ اس (شرک) کا وقوع بعض سے ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۱۵۷)

کرمانی نے کہا: ”وأنها لا ترتد جملة وقد عصمها من ذلك“ اور وہ (امت) بالاجماع مرتد نہیں ہوگی اور یقیناً اس (اللہ) نے اسے محفوظ رکھا ہے۔ (شرح صحیح البخاری للکرمانی ج ۱۲ ص ۱۳۴۶/۱۲۶۷)

قسطلانی نے کہا: ”أي ما أخاف عليٰ جميعكم الإشراف بل عليٰ مجموعكم لأن ذلك قد وقع من بعض“، یعنی مجھے تم سب (امتیوں) کا بالاجماع شرک کرنے کا خوف نہیں کیونکہ بعض لوگوں سے اس (شرک) کا وقوع ہوا ہے۔ (قسطلانی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۴۴۰)

غلام رسول سعیدی بریلوی لکھتے ہیں: ”یعنی آپ کو اس کا خدشہ نہیں تھا کہ پوری امت مشرک ہو جائے گی، سو بعض لوگوں کا مرتد ہو کر ہندو یا عیسائی ہو جانا اس حدیث کی پیش گوئی کے خلاف نہیں ہے۔“ (شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۷۳۸) ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ پوری امت کبھی بالاجماع شرک نہیں کرے گی۔ تاہم ایسا ہوگا کہ بعض امتی شرک کریں گے لہذا جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ امت محمدیہ میں شرک واقع نہیں ہوگا، ان کا قول سنن ابی داؤد کی صحیح حدیث اور شارحین حدیث کی تصریحات اور خود بریلوی تحقیقات کے بھی خلاف ہے۔

## اعلان

حافظ زبیر علی زئی کی لکھی ہوئی دو کتابیں ”دین میں تقلید کا مسئلہ“ اور ”حاجی کے شب و روز“ شائع ہو چکی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ قارئین کرام درج ذیل ایڈریس پر رابطہ کریں۔

مکتبہ الحدیث، حضرو ضلع اٹک (0300-5288783)

مکتبہ اسلامیہ، اردو بازار لاہور (042-7244973)

مکتبہ اسلامیہ، بیرون امین پور بازار فیصل آباد (041-2631204)

حافظ شیر محمد مدرسہ اہل الحدیث حضرو۔ اٹک



## فضائل اعمال

اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ کلام

(۸۹) سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین چار کلمات ہیں: ((سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ))  
ان میں سے کسی ایک سے بھی شروع کرنا تمہارے لیے ضرر رساں نہیں ہے۔ [صحیح مسلم: ۲۱۳۷]

**فوائد:**

یہ کلمات اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہیں تو اس کے رسول ﷺ کو بھی بہت زیادہ عزیز ہیں، آپ نے فرمایا: مجھے یہ کلمات ((سُبْحَانَ اللَّهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ)) کہنا اُن ساری چیزوں سے زیادہ محبوب ہیں جن پر سورج طلوع ہوا۔ [صحیح مسلم: ۲۶۹۵]  
”ان میں سے کسی ایک سے بھی شروع کرو تو کچھ مضائقہ نہیں“ سے مراد یہ ہے کہ خواہ سُبْحَانَ اللَّهِ سے شروع کیا جائے یا کلمات کا آغاز اَلْحَمْدُ لِلَّهِ سے کیا جائے اور اس کی تائید دیگر احادیث سے بھی ہوتی ہے۔  
سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک درخت کے قریب سے گزرے جس کے پتے خشک ہو چکے تھے۔ آپ نے (اُس) درخت (کی شاخوں) کو اپنی لاٹھی ماری تو پتے گرنے لگے، آپ ﷺ نے فرمایا:  
((إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ)) یہ کلمات بندے کے گناہوں کو ایسے گرا دیتے ہیں جیسے اس درخت کے پتے گرے ہیں۔ [سنن ترمذی: ۳۵۳۳، مسند احمد: ۱۵۲۳، أضواء المصابیح فی تحقیق مشکوٰۃ المصابیح رقم الحديث: ۲۳۱۸ و صوحدیث حسن]

اذکار کے معاملے میں اکثر لوگ افراط و تفریط کا شکار ہو جاتے ہیں اور ان میں کمی بیشی کا بھی ارتکاب کرتے رہتے ہیں بلکہ غیر مسنون اذکار تک کی اشاعت لوگوں میں عام کر دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے مذکورہ حدیث [مسلم: ۲۱۳۷] کے آخر میں (بطور تنبیہ) ارشاد فرمایا کہ ”انما هي أربع فلا تزيدن علي“ یہ کلمات چار ہی ہیں (انہیں) اضافے کے ساتھ میری طرف منسوب نہ کرنا، لہذا اس سلسلے میں بہت زیادہ محتاط رہنا چاہئے۔  
(۹۰) سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ کلام ((سُبْحَانَ اللَّهِ وَيَحْمَدُهُ)) ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ (نبی ﷺ سے) سوال کیا گیا کہ کون سا کلام

افضل ہے؟ تو آپ نے فرمایا: جس کا انتخاب اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں اور بندوں کے لیے کیا۔ (یعنی)  
(سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ)) [صحیح مسلم: ۲۷۳۱]

### فوائد:

مذکورہ کلمات کی فضیلت پہلے بھی کئی ایک احادیث میں گزر چکی ہے اور اس حدیث میں بھی ((سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ)) کو افضل قرار دیا گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَمْلَأُ مَا بَيْنَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ)) کہ  
(یہ کلمات) زمین و آسمان کے خلا کو بھر دیتے ہیں۔ [صحیح مسلم: ۲۲۳۳]

(۹۱) سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے کہ افضل ذکر  
((لا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ)) ہے اور افضل دعا ((الحمد لله)) ہے۔ [سنن ترمذی: ۳۳۸۳ و قال ”حدیث حسن غریب“ و صحیح  
ابن حبان، الاحسان: ۸۴۳ و الحاکم ۴۹۸/۱ ووافقه الذہبی]

### فوائد:

اس حدیث میں کلمہ ”توحید“ کی فضیلت وارد ہے یہ کلمہ بھی بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے، رسول اللہ ﷺ نے  
فرمایا: ((مَنْ كَانَ آخِرَ كَلَامِهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ)) جس شخص کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہو وہ جنت میں  
داخل ہوگا۔ [سنن ابی داؤد: ۳۱۱۶ و سندہ حسن و صحیح الحاکم ۳۵۱/۱ ووافقه الذہبی]

علامہ عبد الرحمن مبارک پوری رحمہ اللہ نے لا الہ الا اللہ کی فضیلت کی حکمت بیان کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ ”کیونکہ یہ  
کلمہ توحید ہے اور توحید جیسی کوئی چیز نہیں، یہ کلمہ کفر و ایمان کے درمیان حد فاصل ہے، دل کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ سب  
سے زیادہ جوڑنے والا۔ غیر اللہ کی سب سے زیادہ نفی کرنے والا، تزکیہ نفس میں سب سے مؤثر، باطن کی صفائی میں  
سب سے قوی، خیالات کو نفس کی خباثت سے سب سے زیادہ دور کرنے والا اور شیطان کو سب سے زیادہ دفع کرنے  
والا ہے۔ [تحفۃ الاحوذی ۲۲۹/۹، اذکارنا نفعنا فیہ الشیخ ڈاکٹر فضل الہی ص ۸۶]

مذکورہ کلمہ کی فضیلت میں ایک اور اہم حدیث بھی مد نظر رہنی چاہئے تاکہ بندہ خلوص، محبت اور کثرت کے ساتھ اس ذکر کو  
ادا کرتا رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کبیرہ گناہوں سے بچتا ہو واجب بھی اخلاص کے ساتھ ((لا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ))  
کہتا ہے تو اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں حتیٰ کہ وہ (کلمات) عرش تک جا پہنچتے ہیں۔  
[سنن ترمذی: ۳۵۹۰ و سندہ حسن، الترغیب والترہیب ۳۹۲/۲ ح ۲۲۵۵]

تحمید کی فضیلت میں کافی احادیث گزر چکی ہیں۔ (والحمد للہ)

(۹۲) سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کے صحابہ میں سے کچھ لوگوں نے نبی ﷺ سے عرض کی: اے اللہ کے

رسول! امیر لوگ سارا اجر و ثواب لے گئے۔ وہ نماز پڑھتے ہیں جس طرح ہم پڑھتے ہیں وہ ہماری طرح روزہ رکھتے ہیں (لیکن) وہ اپنے زائد مالوں میں سے صدقہ کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: کیا تمہارے لیے اللہ نے وہ چیز نہیں بنائی جس سے تم بھی صدقہ (کا ثواب حاصل) کرو، ہر تسبیح صدقہ ہے، ہر تکبیر صدقہ ہے اور ہر تحمید صدقہ ہے اور ہر تہلیل صدقہ ہے اور امر بالمعروف صدقہ ہے، نہی عن المنکر صدقہ ہے اور تم میں سے ہر ایک کا اپنی بیوی سے جماع کرنا بھی صدقہ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم میں سے کوئی جب اپنی شہوت پوری کرتا ہے تو اس میں بھی اجر ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا خیال ہے اگر وہ اس سے حرام کا ارتکاب کرتا تو وہ اس کے لیے باعثِ گناہ نہ ہوتا؟ اسی طرح اگر وہ حلال میں استعمال کرے گا تو وہ اس کے لیے باعثِ اجر ہوگا۔ [مسلم: ۱۰۰۶]

**فوائد:** سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ کہنا صدقہ ہے یعنی ان کلمات کے دیگر فضائل کے علاوہ اس کی یہ فضیلت بھی ہے کہ ان کلمات کو ادا کرنے سے صدقہ و خیرات دینے کے برابر اجر و ثواب ہے۔ اسی طرح اچھائی کے حکم اور برائی سے روکنے سے بھی اسی ثواب کا حصول ہوتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ شرعی نکاح کے بعد بیوی کے ساتھ ہمبستری (جماع) کرنے سے بھی اجر ملتا ہے۔

### حاصل مطالعہ

”سوال: کیا اللہ تعالیٰ نے ہمیں حنفی یا شافعی ہونے کا حکم دیا ہے؟

جواب: ہرگز نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی اور اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔

(دیکھئے سورت آل عمران آیت: ۳۲)

ملا علی قاری حنفی (متوفی: ۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں: ”وَمِنَ الْمَعْلُومِ أَنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ مَا كَلَفَ أَحَدًا أَنْ يَكُونَ حَنْفِيًّا أَوْ مَالِكِيًّا أَوْ شَافِعِيًّا أَوْ حَنْبَلِيًّا بَلْ كَلَفَهُمْ أَنْ يَعْمَلُوا بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ إِنْ كَانُوا عُلَمَاءَ وَأَنْ يَقْلُدُوا الْعُلَمَاءَ إِذَا كَانُوا جُهَلَاءَ“ اور یہ معلوم ہے کہ اللہ سبحانہ نے کسی کو حنفی یا مالکی یا شافعی یا حنبلی ہونے پر مجبور نہیں کیا بلکہ اس پر مجبور کیا ہے کہ اگر وہ عالم ہوں تو کتاب و سنت پر عمل کریں اور اگر جاہل ہوں تو علماء کی تقلید کریں۔ (شرح عین العلم وزین الحکم ج ۱ ص ۴۶۶)

ملا علی قاری کے اس اعتراف سے معلوم ہوا کہ (۱) اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو حنفی و شافعی بننے کا حکم نہیں دیا۔

(۲) کتاب و سنت کی اتباع کرنی چاہئے۔ (۳) جاہلوں کو چاہئے کہ علماء سے مسئلے پوچھ کر ان پر عمل کریں۔  
تنبیہ: ملا علی قاری نے یہاں ”تقلید کریں“ کا لفظ غلط استعمال کیا ہے۔ مسئلے پوچھنا اور ان پر عمل کرنا تقلید نہیں کہلاتا بلکہ اتباع و اقتداء کہلاتا ہے۔ لہذا صحیح الفاظ درج ذیل ہیں:

”وَأَنْ يَتَّبِعُوا الْعُلَمَاءَ إِذَا كَانُوا جُهَلَاءَ“ اور اگر جاہل ہوں تو علماء کی اتباع کریں۔“ (دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۸۱، ۸۲)

حافظ زبیر علی زئی

## توضیح الاحکام

سوال و جواب / تخریج الاحادیث

قبر میں نماز اور ثابت البنانی رحمۃ اللہ علیہ

**سوال:** ایک روایت میں آیا ہے کہ ثابت البنانی رحمہ اللہ اپنی قبر میں نماز پڑھتے تھے۔ اس روایت کی حقیقت کیا ہے؟  
(ماسٹر انور سلفی، حاصل پور ضلع بہاولپور)

**الجواب:** حماد بن سلمہ سے روایت ہے کہ ثابت (بن اسلم البنانی رحمہ اللہ) نے کہا: ”إِنْ كُنْتُ أُعْطِيتُ أَحَدًا الصَّلَاةَ فِي قَبْرِ هِ فَأَعْطِنِي الصَّلَاةَ فِي قَبْرِ هِ“ (اے اللہ! اگر تو نے کسی کو اس کی قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے تو مجھے (بھی) میری قبر میں نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرما۔) (طبقات ابن سعد ۷/۲۳۳ وسندہ صحیح)  
عبداللہ بن شاذب سے روایت ہے: ”میں نے ثابت البنانی کو کہتے سنا: ”اللهم إِنْ كُنْتُ أُعْطِيتُ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ يَصَلِّي لَكَ فِي قَبْرِ هِ فَأَعْطِنِي هِ“ اے میرے اللہ! اگر تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے تو مجھے (بھی) یہ اجازت دینا۔

(المعرفة والتاريخ ليعقوب بن سفيان الفارسي ۹۹/۲ وسندہ حسن، حلیۃ الاولیاء ۲/۳۱۹)

یہ ایک دعا ہے جو ثابت البنانی رحمہ اللہ نے مانگی ہے۔

یوسف بن عطیہ (متروک) نے کہا: ”فَأُذِنَ لِثَابِتٍ أَنْ يَصَلِّيَ فِي قَبْرِ هِ“

پس ثابت کو ان کی قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت مل گئی۔ (حلیۃ الاولیاء ۲/۳۱۹)

یہ روایت یوسف بن عطیہ کی وجہ سے موضوع ہے۔ یوسف بن عطیہ کے بارے میں امام بخاری نے کہا: ”منکر الحديث“  
(کتاب الضعفاء تحقیق: ۴۲۲) نسائی نے کہا: ”متروک الحديث“ (کتاب الضعفاء: ۶۱۷)  
جر (بن فرقد) سے روایت ہے کہ اس نے ثابت البنانی کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ (حلیۃ الاولیاء ۲/۳۱۹)  
اس کی سند درج ذیل ہے:

”حدثنا عثمان بن محمد العثمانی قال: ثنا إسماعیل بن الکرابیسی قال: حدثني محمد بن سنان القزاز قال: ثنا شیبان بن جسر عن أبيه“ (حلیۃ الاولیاء ۲/۳۱۹)

یہ سند موضوع ہے۔ جر کے بارے میں امام دارقطنی نے کہا: ”متروک“ (سوالات البرقانی: ۷۰) وہ ضعیف متروک ہے۔  
(تحفۃ الاقویاء فی تحقیق کتاب الضعفاء: ۵۴)

جسر کا شاگرد شیبان نامعلوم ہے۔ شیبان کا شاگرد محمد بن سنان (بن یزید) ضعیف ہے۔ (تقریب التہذیب: ۵۹۳۶) محمد بن سنان کا شاگرد اسماعیل بن الکراہیسی مجہول الحال ہے۔ اس کے شاگرد ابو عمرو عثمان بن محمد بن عثمان بن محمد بن عبد الملک کی توثیق نامعلوم ہے یعنی یہ سند ظلمات ہے۔

تنبیہ: اس مردود روایت کو عبدالحئی لکھنوی صاحب نے بحوالہ حلیۃ الاولیاء ”حدثنا عثمان بن محمد العثماني : حدثنا إسماعیل بن علی الکراہیسی : حدثني محمد بن سنان : حدثنا سنان عن أبيه“ کی سند سے نقل کیا ہے۔ (دیکھئے اقامۃ الحجۃ علی ان الاکثر فی التبعد لیس بعد ۲۴ ص ۱۷۲، مجموعہ رسائل لکھنوی ج ۲ ص ۱۷۲) لکھنوی صاحب سے اسے زکریا دیوبندی صاحب نے اپنی کتاب ”فضائل نماز“ (ص ۶۹، ۷۰) تیسرا باب: خشوع و خضوع کے بیان میں (میں نقل کر کے عوام الناس کے سامنے پیش کر دیا ہے۔) نیز دیکھئے فضائل اعمال ص ۳۶۱) زکریا صاحب سے اسے کسی نور محمد قادری (دیوبندی) نامی شخص نے بطور استدلال و حجت نقل کر کے ”قبر میں نماز“ اور ”عقیدہ حیاتِ قبر“ کا ثبوت فراہم کرنے کی کوشش کی ہے۔ دیکھئے دیوبندیوں کا ماہنامہ ”الخیر“ ملتان (جلد ۲۴ شمارہ: ۵، جون ۲۰۰۶ء ص ۲۵/۲۴۹)

عرض ہے کہ محمد بن سنان القزازی کے شدید ضعف اور الکراہیسی و العثماني کی جہالت کے ساتھ ساتھ سنان اور اس کے باب (ابو سنان) کا کوئی اتنا پتا معلوم نہیں ہے۔

عین ممکن ہے کہ عبدالحئی صاحب والے نسخے میں ”شیبان بن جسر عن أبيه“ کو ”سنان عن أبيه“ لکھ دیا گیا ہو۔

اس مردود روایت کو عبدالحئی لکھنوی صاحب کا بغیر تحقیق و جرح کے نقل کرنا اور پھر ان کی کورانہ تقلید میں زکریا صاحب، نور محمد قادری دیوبندی اور مسئولین ماہنامہ ”الخیر“ ملتان کا عام لوگوں کے سامنے بطور حجت و استدلال پیش کرنا غلط حرکت ہے۔ علماء کو چاہئے کہ عوام کے سامنے صرف وہی روایات پیش کریں جو کہ صحیح و ثابت ہوں۔ اس سلسلے میں علماء کو چاہئے کہ پوری تحقیق کریں ورنہ پھر خاموش رہنا ہی بہتر ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ((مَنْ صَمَتَ نَجَا)) جو خاموش رہا اس نے نجات پائی۔

(کتاب الزہد لابن المبارک: ۳۸۵ و سندہ حسن، سنن الترمذی: ۲۵۰۱)

### خلاصۃ التحقیق:

یہ بات تو ثابت ہے کہ مشہور تابعی ثابت بن اسلم البنانی رحمہ اللہ قبر میں نماز پڑھنے کی دعا کرتے تھے مگر یہ بات ثابت نہیں ہے کہ انھوں نے قبر میں نماز پڑھی ہے۔ ضعیف و متروک راویوں کی روایات کی بنیاد پر اس قسم کے دعوے کرنا کہ ثابت رحمہ اللہ قبر میں نماز پڑھتے تھے، غلط اور مردود ہے۔ (۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ)





معمر (بن راشد) ہے۔ نصب الراية (۲۵۱/۲) میں بھی معمر ہی ہے۔  
محمد بن راشد الکحولی اور معمر بن راشد دونوں عبدالرزاق کے استاد اور ابن عقیل کے شاگرد ہیں۔  
حافظ ابن کثیر نے کہا: ”وما روي من أنها اغتسلت قبل وفاتها وأوصت أن لا تغسل بعد ذلك  
فضعيف لا يعول عليه، والله أعلم“ اور جو روایت کیا گیا ہے کہ انھوں (سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا) نے اپنی  
وفات سے پہلے غسل کیا اور یہ وصیت کی کہ اس کے بعد انھیں غسل نہ دیا جائے تو یہ ضعیف ہے، اس پر اعتماد نہیں کیا جاتا۔  
واللہ اعلم (البدایہ والنہایہ ۶/۳۳۸)

**خلاصۃ التحقیق:** یہ روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف و منکر ہے لہذا مردود ہے۔ اس کے مقابلے  
میں محمد بن موسیٰ (بن ابی عبداللہ الفطری ابو عبداللہ المدنی) نے کہا: فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کو علی (رضی اللہ عنہ) نے غسل دیا تھا۔  
(طبقات ابن سعد ۲۸/۸ و تاریخ المدینہ ۱۰۹/۱)  
اس روایت کی سند محمد بن موسیٰ (صدوق) تک صحیح ہے لیکن منقطع ہونے کی وجہ سے یہ بھی ضعیف ہے۔ اس قسم کی ایک  
ضعیف روایت اسماء بنت عمیس (رضی اللہ عنہا) سے بھی مروی ہے۔ دیکھئے المستدرک للحاکم (۳/۱۶۳، ۱۶۴ ج ۱۶۹) ۴۷  
حلیۃ الاولیاء (۲/۴۳۲) السنن الکبریٰ للبیہقی (۳/۳۹۷) تاریخ المدینہ (۱۰۹/۱) اور التلخیص الحمیر (۲/۱۴۳ ج ۹۰۷)  
وقال: واصله حسن)

بعض علماء کا سیدہ اسماء بنت عمیس (رضی اللہ عنہا) والی روایت کو حسن قرار دینا محل نظر ہے۔ [۲۷ ربيع الثاني ۱۴۲۷ھ]

### خبر واحد کے ساتھ قرآن مجید کی تخصیص

سوال: کیا خبر واحد کے ساتھ قرآن مجید کے عام حکم کی تخصیص جائز ہے؟  
جواب: خبر واحد، صحیح کے ساتھ قرآن مجید کے عام حکم کی تخصیص کرنا، جائز بلکہ ضروری ہے۔  
مثلاً عام حکم ہے: ﴿حرمت علیکم المیتة﴾ تم پر، مردار حرام کیا گیا ہے۔ [المائدة: ۳]  
جبکہ خاص حکم ہے:

((میتۃ البحر حلال)) سمندر کا مردار (مچھلی وغیرہ) حلال ہے۔ [المستدرک ۱۴۳۱ ج ۵۰۱ و سندہ حسن]  
اس خاص حکم نے عام حکم کی تخصیص کر دی لہذا مردار حرام ہے سوائے مچھلی (وغیرہ) کے۔  
قرآن کی تخصیص، خبر واحد کے ساتھ کرنا صحابہ کرام، تابعین عظام اور جمہور امت کا مسلک ہے (اور روایت ہے  
کہ) ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد) بھی اس کے قائل ہیں۔  
”وأما بالخبر الواحد فقال بجوازه الأئمة الأربعة“ اور خبر واحد کے ساتھ (قرآن کی تخصیص) تو ائمہ اربعہ  
نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ (منتبى الوصول لابن الحاجب ص ۳۲۰ غیث الغمام لعبدالحی المنکونی ص ۲۷۷،

الاحکام للامام ج ۲ ص ۳۴۷، اجابۃ السائل شرح بغیۃ الآمل للمصنعا فی ص ۳۲۹)  
شہاب الدین ابو العباس احمد بن ادریس القرانی (متوفی ۶۸۴ھ) نے بھی اسے امام ابو حنیفہ، امام شافعی وغیرہما کا  
مسلک قرار دیا ہے۔ (شرح تنقیح الفصول فی اختصار المحصول فی الاصول ص ۲۰۸)  
عیسیٰ بن ابان یا بعض متأخرین حنفیہ و اہل کلام کا خبر واحد کو ظنی کہہ کر تخصیص عموم القرآن نہ کرنا ائمہ اربعہ کے بھی  
خلاف ہے اور اذلہ صحیح کے بھی لہذا مردود ہے۔

### صحیح بخاری اور ضعیف احادیث

سوال: کیا صحیح بخاری میں کوئی ضعیف حدیث موجود ہے؟  
جواب: صحیح بخاری میں سند متصل کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جتنی احادیث ہیں وہ ساری کی ساری یقیناً  
صحیح ہیں۔ اُن میں سے ایک بھی ضعیف نہیں۔ اصول حدیث کی کتابوں میں اس پر اجماع نقل کیا گیا ہے بلکہ بعض علماء  
سے یہ مروی ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اگر صحیح بخاری میں کوئی ضعیف روایت ہو تو میری بیوی طلاق ہے۔ تو ایسے شخص  
کی بیوی پر طلاق نہیں پڑتی۔ دیکھئے مقدمۃ ابن الصلاح مع التقدید والإيضاح للعراقی (ص ۳۸، ۳۹)  
شاہ ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں:

”صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بارے میں تمام محدثین متفق ہیں کہ ان میں تمام متصل اور مرفوع احادیث یقیناً  
صحیح ہیں۔ یہ دونوں کتابیں اپنے مصنفین تک بالتواتر پہنچی ہیں۔ جو ان کی عظمت نہ کرے وہ بدعتی ہے جو مسلمانوں کی راہ  
کے خلاف چلتا ہے۔“ (حجۃ اللہ البالغہ، اردو ج ۱ ص ۲۴۲ مترجم عبدالحق حقانی، طبع محمد سعید اینڈ سنز کراچی)  
دیوبندیوں کی مستند کتاب ”عقائد الاسلام“ میں لکھا ہوا ہے کہ  
”اسی لیے حدیث کی کتابوں میں صحیح بخاری سب سے قوی اور معتبر ہے اس کے بعد صحیح مسلم“  
(ص ۱۰۰-۱۰۱ از عبدالحق حقانی)

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ساری دنیا کے منکرین حدیث کو میرا یہ چیلنج ہے کہ صحیح بخاری کے اصول میں سے صرف ایک  
ضعیف حدیث ثابت کرنے کی کوشش کر لیں، ان شاء اللہ اپنی کوشش میں منکرین حدیث کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔  
ولو کان بعضهم لبعض ظہیراً

### کشف کی حقیقت؟

سوال: کشف کی شرعی حیثیت کیا ہے؟  
جواب: کشف: مکاشفہ کو کہتے ہیں جس میں جنت، دوزخ، ملائکہ اور عالم غیر متناہی کی باتیں مکشوف ہو جاتی ہیں  
دیکھئے کشف اصطلاحات الفنون (ج ۲ ص ۱۲۵۴)  
عرف عام میں کشف اور الہام ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔

صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إنه قد كان فيما مضى قبلكم من الأمم محدثون، وإنه إن كان في أمتي هذه منهم فإنه عمر بن الخطاب)) تم سے پہلی امتوں میں ایسے لوگ ہوتے تھے جنہیں کشف (والہام) ہوتا تھا اور بے شک اگر اس اُمت (مسلمہ) میں اُن میں سے کوئی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتے۔

(کتاب احادیث الانبیاء باب ۵۴ بعد باب: حدیث الغار ح ۳۴۶۹)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اُمتِ مسلمہ میں کسی شخص کو بھی کشف والہام نہیں ہوتا۔

خواب میں کسی چیز کی بشارت یا کسی آدمی کا گمان و قیاس اس سے سراسر علیحدہ بات ہے۔

یاد رہے کہ جن روایات میں آیا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سینکڑوں میل دور سے ساریہ کو پکارا تھا:

یا ساریہ الجبل یا ساریہ، پہاڑ کے قریب جاؤ

یہ ساری روایات اصول حدیث کی رُو سے ضعیف اور مردود ہیں۔ محمد بن عجلان مدلس راوی ہیں لہذا اُن کی عن والی روایت کو ضعیف و مردود ہی سمجھا جائے گا۔

خلاصہ یہ کہ کشف بھی غیب دانی کا ایک نام ہے اور امتِ مسلمہ میں قیامت تک کسی کو کشف یا الہام نہیں ہوتا۔

نام نہاد بزرگوں کے جن واقعات میں کشف والہام کا تذکرہ ہے یہ سارے واقعات بے اصل اور مردود ہیں۔

### امام احمد کی کتاب الصلوٰۃ؟

سوال: کیا کتاب الصلوٰۃ امام احمد بن حنبل کی کتاب ہے؟

جواب: عرب ممالک وغیرہ سے شائع شدہ ”کتاب الصلوٰۃ“ کا امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی کتاب ہونا ثابت نہیں ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”و کتاب الرسالة فی الصلوٰۃ - قلت: هو موضوع علی ۱ لإمام“ اور کتاب: الرسالة فی الصلوٰۃ - میں

کہتا ہوں کہ یہ امام (احمد بن حنبل) پر موضوع (من گھڑت) ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۳۳۰)

قاضی ابوالحسین محمد بن ابی یعلیٰ نے طبقات الحنابلہ میں اس کی سند لکھی ہے:

”أخبرنا المبارك قال: أخبرنا إبراهيم قال: أخبرنا أبو عمر قال: أخبرنا طيب قال: أخبرنا

أحمد بن القطان الهيتي قال: حدثنا سهل التستري، قرئ على مهنا بن يحيى الشامي: هذا كتاب في الصلوٰۃ..“

اس سند کے کئی راویوں کے حالات نامعلوم ہیں مثلاً طیب، ابو عمرو وغیرہما۔

تنبیہ: راقم الحروف نے مقدمہ نماز نبوی (مقدمۃ التحقیق) میں لکھا تھا:

”ائمہ مسلمین نے نماز کے موضوع پر متعدد کتابیں لکھی ہیں مثلاً ابوالفیض بن دکن (متوفی ۲۱۸ھ) کی

کتاب الصلوٰۃ وغیرہ، عصر حاضر میں اردو اور علاقائی زبانوں میں نماز پر متعدد کتابیں شائع ہوئی ہیں۔“

(قلمی ص ۱)

جسے دارالسلام لاہور کے ”مصححین“ نے درج ذیل الفاظ میں شائع کر دیا:  
”نماز کی اس اہمیت کے پیش نظر بہت سے ائمہ مسلمین نے نماز کے موضوع پر متعدد کتابیں لکھی ہیں مثلاً ابو نعیم الفضل بن دیکین رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۸ھ) اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۱) کی کتاب الصلوٰۃ وغیرہ۔  
علاوہ ازیں عصر حاضر میں بھی اردو اور علاقائی زبانوں میں متعدد کتابیں شائع ہوئی ہیں۔“ (نماز نبوی ص ۱۸)  
اس پیرا گراف میں ”اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۱)“ کے الفاظ دارالسلام کے مصححین کا اضافہ ہیں جن سے راقم الحروف بری الذمہ ہے۔

### وحید الزمان حیدر آبادی

سوال: وحید الزمان حیدر آبادی کے بارے میں آپ کی کیا تحقیق ہے؟  
جواب: وحید الزمان پہلے غالی مقلد، پھر نیم اہل سنت اور آخری عمر میں تفضیلی قسم کا شیعہ بن گیا تھا۔ وہ اہل حدیث کے نزدیک سخت ضعیف اور متروک الحدیث انسان ہے۔ وحید الزمان پر اہل حدیث کی جرح کے لیے دیکھئے حیات وحید الزمان از عبدالحلیم چشتی (ص ۱۰۱) مجموعہ رسائل ماسٹر محمد امین اوکاڑوی حیاتی و بوندی (ج ۶، ص ۳۳-۹۷) تجلیات صفدر (ج ۶ ص ۶۲۱)  
وحید الزمان کا عقیدہ تھا کہ عامی پر مجتہد یا مفتی کی (بغیر تعین کے) تقلید ضروری ہے (نزل الا برار ص ۷)  
وہ بعض صحابہ کو فاسق بھی کہتا تھا (ایضاً ج ۳ ص ۹۴) أعاذ نا اللہ منہ  
مختصر یہ کہ وحید الزمان متروک الحدیث ہے اور اہل حدیث اُس کے اقوال اور کتابوں سے بری ہیں۔  
یہ علیحدہ بات ہے کہ دیوبندیوں کے نزدیک وحید الزمان حیدر آبادی کا ترجمہ پسندیدہ ہے۔ محمد یحییٰ صدیقی، داماد شہیر احمد عثمانی دیوبندی لکھتے ہیں:

”چنانچہ طے ہوا کہ مولانا وحید الزمان کا اردو ترجمہ دوسرے کالم میں دیا جائے۔ اس ترجمہ کی شمولیت میں بھی میرا مشورہ شامل ہے کیونکہ خود علامہ عثمانی کو یہ ترجمہ پسند تھا۔“ (فضل الباری شرح اردو، صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۳)  
مزید تحقیق کے لئے دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۲۳، ۳۶، ۴۰ اور ”امین اوکاڑوی کا تقاب“ ص ۴۹، ۵۰

### صحیح بخاری اور سفیان ثوری

سوال: آپ نے اپنی کتابوں مثلاً نور العینین فی اثبات رفع الیدین وغیرہ میں یہ ثابت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین ترک کر دینا ثابت نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں حنفیہ کی سب سے مشہور دلیل: ”حدیث سفیان الثوری عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمن بن الأسود عن علقمة عن عبد اللہ بن مسعود“ کے بارے میں آپ نے لکھا ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے، وجہ یہ ہے کہ سفیان ثوری رحمہ اللہ ثقہ فقیہ عابد ہونے کے ساتھ ساتھ مدلس بھی تھے۔ وہ یہ روایت ”عن“ کے ساتھ روایت کر رہے ہیں۔ اصولی حدیث کا

مسئلہ ہے کہ مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے لہذا یہ روایت اصول حدیث کی رو سے ضعیف ہے۔ اس کا جواب ابو بلال محمد اسماعیل جھنگوی دیوبندی نے اپنی کتاب ”تحفۃ اہل حدیث“ قسط دوم میں ص ۱۵۵ پر یہ دیا ہے کہ صحیح بخاری میں سے سفیان ثوری کی دس روایات پیش کی ہیں جنہیں سفیان ثوری رحمہ اللہ عن سے روایت کر رہے ہیں۔ کیا جھنگوی کی ذکر کردہ ان روایات میں سماع کی تصریح یا متابعت ثابت ہے؟ (حافظ شیر محمد بیاض، دیر)

جواب: ان تمام روایات میں متابعت یا تصریح سماع ثابت ہے۔ والحمد للہ  
ہمارے دوست محترم ابو ثاقب محمد صفدر بن غلام سرور حضروی نے اسماعیل جھنگوی مذکور کو کافی عرصہ پہلے ایک خط لکھا تھا۔ جس میں ص ۲ پر یہ لکھا تھا:

”آپ نے ص ۱۵۵ پر صحیح البخاری کی دس روایات لکھی ہیں۔ کیا آپ کا دعویٰ ہے کہ ان روایات میں سفیان ثوری کی تصریح سماع یا متابعت قطعاً ثابت نہیں ہے؟ اگر آپ کا یہ دعویٰ ہے تو یہ دعویٰ لکھیں اور اس پر اپنے چند ”متنذ علماء“ سے بھی دستخط کروا کر مجھے بھیج دیں۔ مثلاً سرفراز خان صفدر، امین اوکاڑوی صاحب، تقی عثمانی صاحب وغیرہم، میں ان شاء اللہ ان تمام روایات میں متابعت یا سماع کی تصریح ثابت کروں گا والحمد للہ۔“  
اس خط کا بھی تک کوئی جواب نہیں آیا۔ اب جھنگوی کی روایات مذکورہ پر تبصرہ پیش خدمت ہے:

۱۔ بخاری باب علامة المنافع ج ۱ ص ۱۰ (ج ۳۴) اس روایت میں سفیان ثوری کی متابعت، شعبہ نے کر رکھی ہے۔ صحیح بخاری کتاب المظالم باب اذا خصم فجر (ج ۲۴۵۹)

۲۔ بخاری باب الغضب فی الموعظة ج ۱ ص ۱۹ (ج ۹۰) اس روایت میں زہیر (وغیرہ) نے سفیان کی متابعت کر رکھی ہے، صحیح بخاری کتاب الاذان باب تخفیف الامام فی القيام ..... (ج ۱۷۰۲)

۳۔ بخاری باب الوضوء مرة مرة ج ۱ ص ۲۷ (ج ۱۵۷) سفیان ثوری نے سنن ابی داود میں سماع کی تصریح کر رکھی ہے الطہارة باب الوضوء مرة مرة (ج ۱۳۸)

۴۔ بخاری باب المزاق والمخاط ج ۱ ص ۳۸ (ج ۲۴۱) اس روایت میں اسماعیل بن جعفر نے سفیان کی متابعت کر رکھی ہے صحیح البخاری کتاب الصلوة باب حک المزاق بالید من المسجد (ج ۴۰۵)

۵۔ بخاری باب الوضوء قبل الغسل ج ۱ ص ۳۹ (ج ۲۴۹) عبد الواحد نے سفیان کی متابعت کر رکھی ہے۔ بخاری کتاب الغسل باب الغسل مرة واحدة (ج ۲۵۷)

۶۔ بخاری باب التستر فی الغسل عن الناس ج ۱ ص ۴۲ (ج ۲۸۱) اس میں بھی عبد الواحد نے متابعت کر رکھی ہے، حوالہ سابقہ

۷۔ بخاری باب مباشرة الی انفس ج ۱ ص ۴۴ (ج ۲۹۹) اس میں سفیان ثوری نے سماع کی تصریح کر رکھی ہے۔ دیکھئے سنن ابی داود، الطہارة باب الوضوء بفضل المرأة (ج ۷۷)

۸۔ بخاری باب ما یستر من العورة ص ۵۳ (ج ۳۶۸) اس میں محمد بن یحییٰ بن حبان نے سفیان کی متابعت کر رکھی ہے صحیح بخاری کتاب البیوع باب بیع المنابة (ج ۲۱۴۶)

- ۹۔ بخاری باب الاذان للمسا فرج ص ۸۸ (ج ۶۳۰) اس روایت میں یزید بن زریج نے سفیان کی متابعت کر رکھی ہے، صحیح بخاری کتاب الاذان باب اثنان فاقوا قہما جماعۃ (ج ۶۵۸)
- ۱۰۔ بخاری باب الحجۃ علی سبعة اعظم ج ۱۱۳ (ج ۸۰۹) اس میں شعبہ وغیرہ نے سفیان کی متابعت کی ہے، حوالہ مذکورہ (ج ۸۱۰)

خلاصہ یہ ہے کہ ان ساری روایات میں سماع کی تصریح یا متابعت ثابت ہے واللہ، لہذا دیوبندیوں کا اہل حدیث = اہل سنت کے خلاف پروپیگنڈا کرنا سرے سے باطل ہے۔ (9-8-2000)

### حدیث کو قرآن پر پیش کرنے والی حدیث موضوع ہے

سوال: قاضی ابویوسف یعقوب بن ابراہیم (متوفی ۱۸۲ھ) سے منسوب کتاب ”الرد علی سیر الأوزاعی“ میں لکھا ہوا ہے: ”حدثنا ابن أبي كريمة عن أبي جعفر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه دعا اليهود فسألهم فحدثوه حتى كذبوا على عيسى عليه الصلوة والسلام، فصعد النبي صلى الله عليه وسلم المنبر فخطب الناس فقال: إن الحديث سيفشو عني فما أتاكم عني يوافق القرآن فهو عني، وما أتاكم عني يخالف القرآن فليس عني“

ہمیں (خالد) ابن ابی کریمہ نے ابو جعفر (عبداللہ بن مسور) سے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں کو بلا کر پوچھا، تو انھوں نے حدیثیں بیان کیں حتیٰ کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام پر جھوٹ بولا۔ پھر نبی ﷺ نے منبر پر چڑھ کر لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا: میرے بارے میں حدیثیں پھیل جائیں گی پس تمھارے پاس میری کوئی حدیث قرآن کے مطابق پہنچے تو وہ میری حدیث ہے۔ اور تم تک میری طرف سے جو روایت قرآن کے مخالف پہنچے تو وہ میری حدیث نہیں ہے۔ (ص ۲۴، ۲۵)

کیا یہ روایت صحیح و قابل اعتماد ہے؟ تحقیق کر کے جواب دیں۔ شکریہ (ایک سائل)

الجواب: یہ روایت موضوع ہے۔

دلیل اول: اس روایت میں ابو جعفر سے مراد عبداللہ بن مسور (الباشی) ہے۔ دیکھئے التاريخ الكبير للبخاری (۱۶۸/۳)

الثقات لابن حبان (۲۶۲/۶) تاریخ بغداد (۲۹۲/۸) و اخبار اصہبان (۳۰۵/۱)

حافظ ابونعیم الاصبہانی لکھتے ہیں: ”ابو جعفر هو عبد الله بن مسور“ (اخبار اصہبان ۳۰۵/۱)

اس عبداللہ بن مسور کے بارے میں امام احمد بن حنبل نے کہا: ”كان يضع الحديث ويكذب“ وہ حدیثیں گھڑتا اور جھوٹ بولتا تھا۔ (کتاب الجرح والتعديل ۱۶۹/۵ اسنادہ صحیح)



ابن حبان نے کہا: وہ ثقہ راویوں سے موضوع روایتیں بیان کرتا تھا اور تھوڑی روایتیں بیان کرنے کے باوجود بے اصل مُرسل روایتیں بیان کرتا تھا۔ اگر وہ ثقہ راویوں کی موافقت بھی کرے تو اس کی روایت سے استدلال جائز نہیں ہے۔  
(کتاب المجرحین ۲/۲۴)

ذہبی نے کہا: ”یکذب“ وہ جھوٹ بولتا تھا۔ (دیوان الضعفاء والمترکین: ۲۳۱۳)  
یہ شخص بالا جماع کذاب و مجروح ہے۔

تنبیہ: تہذیب الکمال اور تہذیب التہذیب میں غلطی سے خالد بن ابی کریمہ کے استادوں میں ابو جعفر الباقرقا نام لکھ دیا گیا ہے جس کا کوئی ثبوت سلف صالحین سے نہیں ہے۔

دلیل دوم: ابو جعفر عبداللہ بن مسور کی مرسل روایات بے اصل ہوتی ہیں۔

دلیل سوم: قاضی ابویوسف بذات خود جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف اور مردود الروایت ہے۔ دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۱۹ ص ۵۵ تا ۵۵

دلیل چہارم: کتاب الرد علی سیر الاوزاعی با سند صحیح قاضی ابویوسف سے ثابت نہیں ہے۔ دیکھئے الحدیث: ۱۹ ص ۵۴، ۵۳  
دلیل پنجم: یہ موضوع روایت قرآن مجید کی آیت ﴿وَمَا اتَّكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ﴾ اور تمہیں رسول جو (حکم) دے اُسے لے لو۔ (الحشر: ۷) کے سراسر خلاف ہونے کی وجہ سے بھی مردود ہے۔

ابوالوفاء الافغانی (متروک الحدیث) نے اس روایت کے کچھ موضوع اور باطل شواہد پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔  
دیکھئے حاشیہ الرد علی سیر الاوزاعی (ص ۲۸ تا ۲۵)

یہ تمام شواہد موضوع، باطل اور مردود ہیں۔ و ما علینا الا البلاغ (۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ)

## ایک وضاحت

ماہنامہ الحدیث حضور: ۹ (فروری ۲۰۰۵ء) میں سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کی روایت کے بارے میں چھپ گیا تھا کہ ”اس کی سند ضعیف ہے“ (ص ۶ حاشیہ نمبر: ۱۵)

یہ کمپوزنگ کی غلطی ہے۔ اصل مسودے میں ”اسنادہ حسن“ (اس کی سند حسن ہے) لکھا ہوا ہے۔  
قارئین کرام اپنے اپنے نسخوں کی اصلاح کر لیں۔

حافظ شیر محمد۔ مکتبہ الحدیث حضور۔ ضلع اٹک

(۲۵ جولائی ۲۰۰۶ء)

حافظ زبیر علی زئی

اکاذیب آل دیوبند کا ایک باب

## امین اوکاڑوی کے پچاس (50) جھوٹ

ماسٹر امین صفدر اوکاڑوی دیوبندی (آنجنابی) کا دیوبندیوں کے نزدیک بڑا مقام ہے۔ وہ اُن کے مشہور مناظر اور وکیل تھے۔ چونکہ اب بھی اکثر دیوبندیوں کے مباحث کا دار و مدار انھی پر ہے اس لئے اوکاڑوی صاحب کے پچاس جھوٹ پیش خدمت ہیں تاکہ عوام و خواص پر حقیقت حال منکشف ہو سکے یا درہے ان میں وہ ”جھوٹ“ بھی شامل ہیں جو حوالے غلط ہونے کی وجہ سے اوکاڑوی اصول سے جھوٹ قرار پاتے ہیں۔ مثلاً حکیم صادق سیالکوٹی (اہل حدیث) نے لکھا ہے کہ ”أفضل الأعمال الصلوة في أول وقتها“ (بخاری) ”سبیل الرسول ص ۲۴۶ و طبعہ جدیدہ ص ۱۳۰) اس حوالے پر تبصرہ کرتے ہوئے اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

”یہ بخاری شریف پر ایسا ہی جھوٹ ہے جیسا مرزا قادیانی نے اپنی کتاب شہادۃ القرآن میں یہ جھوٹ لکھا ہے کہ بخاری میں حدیث ہے کہ آسمان سے آواز آئے گی هذا خليفة الله المهدي“

(تجلیات صفدر جلد ۵ ص ۳۵ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

أفضل الاعمال کے بارے میں ”الصلوة لأول وقتها“ والی حدیث سنن الترمذی (ج ۱ ص ۱۷۰) میں موجود ہے، صحیح بخاری میں نہیں ہے۔ حکیم صاحب نے غلطی سے صحیح بخاری کا حوالہ دے دیا ہے جسے اوکاڑوی صاحب ”جھوٹ“ کہہ رہے ہیں۔

تنبیہ ①: سنن ترمذی والی روایت کی سند ضعیف ہے لیکن صحیح ابن خزیمہ (۳۲۷) صحیح ابن حبان (۲۸۰) اور مستدرک الحاکم (۱/۱۸۸، ۱۸۹) کے صحیح شائد کی وجہ سے یہ روایت صحیح لغیرہ ہے۔

تنبیہ ②: قاری محمد طیب قاسمی سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں: ”پھر ان کے ہاتھ پر بیعت ہوگی۔ اسی کے بارے میں وہ روایت ہے جو صحیح بخاری میں ہے کہ ایک آواز بھی غیب سے ظاہر ہوگی کہ: هذا خليفة الله المهدي، فاسمعوا له واطيعوه۔ یہ خلفیۃ اللہ مہدیؑ ہیں ان کی سمع و طاعت کرو۔۔۔۔۔“ (خطبات حکیم الاسلام ج ۷ ص ۲۳۲ طبع نعمان پبلشنگ کمپنی لاہور) صحیح بخاری سے منسوب اس حوالے کے بارے میں کیا خیال ہے؟!

## اوکاڑوی جھوٹ نمبر: 1

امین اوکاڑوی نے کہا: ”اس کا راوی احمد بن سعید داری مجسمہ فرقہ کا بدعتی ہے“

(مسعودی فرقہ کے اعتراضات کے جوابات ص ۴۱، ۴۲ تجلیات صفدر، طبع جمعیت اشاعت العلوم الخفیہ ج ۲ ص ۳۲۸، ۳۲۹)

تبصرہ: امام احمد بن سعید الدارمی رحمہ اللہ کے حالات تہذیب التہذیب (۳۱/۱، ۳۲) وغیرہ میں مذکور ہیں۔ وہ صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہما کے راوی اور بالاتفاق ثقہ ہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ان کی تعریف کی۔ حافظ ابن حجر العسقلانی نے کہا: ”ثقة حافظ“ (تقریب التہذیب: ۳۹) ان پر کسی محدث، امام یا عالم نے، مجسمہ فرقے میں سے ہونے کا الزام نہیں لگایا۔

## اوکاڑوی جھوٹ نمبر: 2

اوکاڑوی نے کہا: ”رسول اقدسؐ نے فرمایا: ”لا جمعة الا بخطبة“ خطبہ کے بغیر جمعہ نہیں ہوتا“

(مجموعہ رسائل ج ۲ ص ۶۹ طبع جون ۱۹۹۳ء)

تبصرہ: ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے قطعاً ثابت نہیں ہے۔ مالکیوں کی غیر مستند کتاب ”المدونہ“ میں ابن شہاب (الزہری) سے منسوب ایک قول لکھا ہوا ہے:

”بلغني أنه لا جمعة إلا بخطبة فمن لم يخطب صلى الظهر أربعاً“ مجھے بتا چلا ہے کہ خطبہ کے بغیر جمعہ نہیں ہے پس جو خطبہ نہ دے تو ظہر کی چار رکعتیں پڑھے۔ (ج ۱ ص ۱۴۷)

اس غیر ثابت قول کو اوکاڑوی صاحب نے رسول اللہ ﷺ سے صراحۃً منسوب کر دیا ہے۔

## اوکاڑوی جھوٹ نمبر: 3

اوکاڑوی نے کہا: ”برادران اسلام، اللہ تعالیٰ نے جس طرح کافروں کے مقابلے میں ہمارا نام مسلم رکھا، اسی

طرح اہل حدیث کے مقابلے میں آنحضرت ﷺ نے ہمارا نام اہلسنت والجماعت رکھا“

(مجموعہ رسائل ج ۲ ص ۳۶ طبع نومبر ۱۹۹۵ء)

تبصرہ: کسی ایک حدیث میں بھی رسول اللہ ﷺ نے اہل حدیث کے مقابلے میں دیوبندیوں کا نام اہل سنت والجماعت نہیں رکھا۔ یہ بات عام علمائے حق کو معلوم ہے کہ دیوبندی حضرات اہل سنت والجماعت نہیں ہیں بلکہ نرے صوفی، وحدت الوجودی اور غالی مقلد ہیں۔

## اوکاڑوی جھوٹ نمبر: 4

اوکاڑوی نے صحاح ستہ کے مرکزی راوی ابن جریج کے بارے میں کہا:

”یہ بھی یاد رہے کہ یہ ابن جریج وہی شخص ہیں جنہوں نے مکہ میں متعہ کا آغاز کیا اور نوے عورتوں سے متعہ کیا“

(تذکرۃ الحفاظ) (مجموعہ رسائل ج ۲ ص ۱۶۴)

تبصرہ: تذکرۃ الحفاظ للذہبی (ج ۱ ص ۱۶۹ تا ۱۷۱) میں ابن جریج کے حالات مذکور ہیں مگر ”متعہ کا آغاز“ کا کوئی ذکر

نہیں ہے۔ یہ خالص اوکاڑوی جھوٹ ہے۔ رہی یہ بات کہ ابن جریج نے نوے عورتوں سے متعہ کیا تھا، بحوالہ تذکرۃ الحفاظ (ص ۱۷۰، ۱۷۱) یہ بھی ثابت نہیں ہے کیونکہ امام ذہبی نے ابن عبدالحکم تک کوئی سند بیان نہیں کی۔  
سرفراز خان صفدر دیوبندی لکھتے ہیں کہ: ”اور بے سند بات حجت نہیں ہو سکتی“ (احسن الکلام ج ۱ ص ۳۷ طبع: بار دوم)

### اوکاڑوی جھوٹ نمبر: 5

ایک مرد در روایت کے بارے میں اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں: ”مگر تاہم طحاوی ج ۱ ص ۱۶۰ پر تصریح ہے کہ مختار نے یہ حدیث بذات خود حضرت علیؓ سے سنی۔“ (جزء القراءۃ للبخاری، تحریفات اوکاڑوی ص ۵۸ تحت ح ۳۸)  
تبصرہ: معانی الآثار للطحاوی (بیروتی نسخہ ۲۱۹/۱، نسخہ ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل پاکستان چوک کراچی ج ۱ ص ۱۵۰) میں لکھا ہوا ہے: ”عن المختار بن عبد اللہ بن ابی لیلیٰ قال: قال علی رضی اللہ عنہ“  
یہ بات عام طالب علموں کو بھی معلوم ہے کہ ”قال“ اور ”سمعت“ میں بڑا فرق ہے۔ قال (اس نے کہا) کا لفظ تصریح سماع کی لازمی دلیل نہیں ہوتا، جزء القراءۃ کی ایک روایت میں امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:  
”قال لنا أبو نعیم“ (ح ۲۸) اس پر تبصرہ کرتے ہوئے اوکاڑوی فرماتے ہیں: ”اس سند میں نہ بخاری کا سماع ابو نعیم سے ہے اور ابن ابی الحسناء بھی غیر معروف ہے“ (جزء القراءۃ مترجم ص ۶۴)

### اوکاڑوی جھوٹ نمبر: 6

اوکاڑوی نے کہا:

”اور دوسرا صحیح السنن قول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: لا یقرؤا خلف الامام کہ امام کے پیچھے کوئی شخص قرأت نہ کرے (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۶)“ (جزء القراءۃ، ترجمہ و تشریح: امین اوکاڑوی ص ۶۳ تحت ح ۴۷)  
تبصرہ: ان الفاظ کے ساتھ مصنف ابن ابی شیبہ میں آپ ﷺ کی کوئی حدیث موجود نہیں ہے، بلکہ یہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کا قول ہے جسے اوکاڑوی صاحب نے مرفوع حدیث بنا لیا ہے۔

### اوکاڑوی جھوٹ نمبر: 7

اوکاڑوی نے کہا: ”حضرت عمرؓ نے حضرت نافع اور انس بن سیرین کو فرمایا: تکفیک قراءۃ الامام تجتہ امام کی قرأت کافی ہے“ (جزء القراءۃ اوکاڑوی ص ۶۶ تحت ح ۵۱)  
تبصرہ: انس بن سیرین رحمہ اللہ ۳۳ھ میں پیدا ہوئے (تہذیب التہذیب: ۳۷۱/۱) اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ۲۳ھ میں شہید ہوئے (تقریب التہذیب: ۴۸۸/۱) نافع نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا (اتحاف المھر لل الحفاظ ابن حجر ۳۸۶/۱۲ قبل ح ۱۵۸۱۰) معلوم ہوا کہ انس بن سیرین اور نافع دونوں، امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں

موجود ہی نہیں تھے تو ”کفر مایا“ سراسر جھوٹ ہے جسے اوکاڑوی صاحب نے گھڑ لیا ہے۔

## اوکاڑوی جھوٹ نمبر: 8

اوکاڑوی نے کہا: ”تقلید شخصی کا انکار ملکہ و کٹوریہ کے دور میں شروع ہوا اس سے پہلے اس کا انکار نہیں بلکہ سب لوگ تقلید شخصی کرتے تھے۔“ (تجلیات صفحہ ۲۷ ص ۲۱۰ نسخہ فیصل آباد)

تبصرہ: احمد شاہ درانی کو شکست دینے والے مغل بادشاہ احمد شاہ ابن ناصر الدین محمد شاہ (دور حکومت ۱۱۶۱ھ تا ۱۱۶۷ھ) کے عہد میں فوت ہو جانے والے شیخ محمد فخر الدین آبادی رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۶۴ھ) فرماتے ہیں کہ:

”جمہور کے نزدیک کسی خاص مذہب کی تقلید کرنا جائز نہیں ہے بلکہ اجتہاد واجب ہے۔ تقلید کی بدعت چوتھی صدی ہجری میں پیدا ہوئی ہے“ (رسالہ نجاتیہ ص ۴۱، ۴۲)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ وغیرہ نے تقلید شخصی کی مخالفت کی ہے (دیکھئے اوکاڑوی جھوٹ نمبر ۹) حافظ ابن حزم نے اعلان کیا ہے کہ ”والتقلید حرام“ اور (عامی ہو یا عالم) تقلید حرام ہے۔

(النبذۃ الکافیہ ص ۷۰، ۷۱)

یہ سب ملکہ و کٹوریہ سے بہت پہلے گزرے ہیں۔ لہذا معلوم ہوا کہ یہ خالص اوکاڑوی جھوٹ ہے۔

## اوکاڑوی جھوٹ نمبر: 9

اوکاڑوی نے کہا: ”یہی وجہ ہے کہ سب محدثین ائمہ اربعہ میں سے کسی نہ کسی کے مقلد ہیں“

(مجموعہ رسائل ج ۳ ص ۲۲ طبع اول ۱۹۹۵ء)

تبصرہ: شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (متوفی ۷۲۸ھ) سے محدثین کرام کے بارے میں پوچھا گیا کہ ”هل كان هؤلاء المجتهدين لم يقلدوا أحداً من الأئمة، أم كانوا مقلدين“ کیا یہ لوگ مجتہدین تھے، انھوں نے ائمہ میں سے کسی کی تقلید نہیں کی یا یہ مقلدین تھے؟ (مجموع فتاویٰ ج ۲ ص ۳۹) تو شیخ الاسلام نے جواب دیا:

”الحمد لله رب العالمين، أما البخاري و أبو داود فإما مان في الفقه من أهل الاجتهاد، و أما مسلم و الترمذي و النسائي و ابن ماجة و ابن خزيمة و أبو يعلى و البزار و نحوهم فهم على مذهب أهل الحديث، ليسوا مقلدين لواحد بعينه من العلماء، ولا هم من الأئمة المجتهدين على الإطلاق“ بخاری اور ابوداؤد و توفیقہ کے امام (اور) مجتہد (مطلق) تھے۔ رہے امام مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزيمة، ابو یعلیٰ اور البزار وغیرہم تو وہ اہل حدیث کے مذہب پر تھے، علماء میں سے کسی کی تقلید معین کرنے والے، مقلدین نہیں تھے، اور نہ مجتہد مطلق تھے، (مجموع فتاویٰ ج ۲ ص ۴۰)

یہ عبارت اس مفہوم کے ساتھ درج ذیل کتابوں میں بھی ہے:

توجہ النظر إلى أصول الآثار للجزائري ص (۱۸۵) الکلام المفید فی اثبات التقليد، تصنیف سرفراز خان صفدر دیوبندی ص (۱۲۷ طبع ۱۴۱۳ھ) تلمس إليه الحاجه لمن يطالع سنن ابن ماجه (ص ۲۶) تنبيه: شيخ الاسلام كان كبراءه حديث کے بارے میں یہ کہنا کہ ”مجتہد مطلق تھے“ محل نظر ہے۔ رحمہ اللہ رحمة واسعة .

## اوکاڑوی جھوٹ نمبر: 10

اوکاڑوی صاحب نے امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کے بارے میں کہا:  
”میں نے کہا: سرے سے یہ ثابت نہیں کہ عطاء کی ملاقات دو صحابہ سے ہوئی ہو اور یہ تو بالکل ہی غلط ہے کہ ابن زبیرؓ کے وقت تک کسی ایک شہر میں دو صحابہ موجود ہوں“  
(تحقیق مسئلہ آئین ص ۴۴ و مجموعہ رسائل ج ۱ ص ۱۵۶، طبع اکتوبر ۱۹۹۱ء)  
تبصرہ: دوسرے مقام پر یہی اوکاڑوی صاحب اعلان کرتے ہیں:  
”مکہ مکرمہ بھی اسلام اور مسلمانوں کا مرکز ہے۔ حضرت عطاء بن ابی رباح یہاں کے مفتی ہیں۔ دو صحابہ کرام سے ملاقات کا شرف حاصل ہے“ (نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کی شرعی حیثیت ص ۹، مجموعہ رسائل ج ۱ ص ۲۶۵)  
تبصرہ: خود ہی اپنی اداؤں پر غور کریں ہم عرض کریں گے تو شکایت ہوگی  
دوسرا یہ کہ ان دونوں عبارتوں میں سے ایک عبارت بالکل جھوٹ ہے۔

## اوکاڑوی جھوٹ نمبر: 11

ایک صحیح حدیث کا مذاق اڑاتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں امین اوکاڑوی لکھتا ہے:  
”لیکن آپؐ نماز پڑھاتے رہے اور کتیا سامنے کھینچتی رہی اور ساتھ گدھی بھی تھی، دونوں کی شرمگاہوں پر بھی نظر پڑتی رہی۔“ (غیر مقلدین کی غیر مستند نماز ص ۴۳، مجموعہ رسائل ج ۳ ص ۳۵۰ حوالہ نمبر ۱۹۸ و تجلیات صفدر، شائع شدہ بعد از موت اوکاڑوی ج ۵ ص ۴۸۸)  
تبصرہ: یہ کہنا کہ نبی ﷺ کی نظر مبارک ”گدھی اور کتیا کی شرمگاہوں پر پڑتی رہی“ کائنات کا سیاہ ترین جھوٹ ہے۔  
تنبیہ: اوکاڑوی نے مذکورہ عبارت کو کاتب کی غلطی کہہ کر جان چھڑانے کی کوشش کی ہے مگر یاد رہے کہ یہ طویل عبارت کاتب کی غلطی نہیں ہے بلکہ ماسٹر امین اوکاڑوی کے دستخطوں والی کتاب ”تجلیات صفدر“ میں اس کے مرنے کے بعد بھی شائع ہوئی ہے۔

## اوکاڑوی جھوٹ نمبر: 12

ایک روایت کی سند درج ذیل ہے:



”حدثنا محمود قال: حدثنا البخاري قال: حدثنا شجاع بن الوليد قال: حدثنا النضر قال: حدثنا عكرمة قال: حدثني عمرو بن سعد عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده“  
(جزء القراءة للبخاري تحقيق: ٦٣ وتجليات صفدر مطبوعه جمعيت اشاعت العلوم الخفيه فيصل آباد ج ٣ ص ٩٣)  
اس روایت کے بارے میں اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

”اس سند میں تین راوی مدلس ہیں، اس لیے ضعیف ہے“ (تجليات صفدر ج ٣ ص ٩٣)  
تبصرہ: عرض ہے کہ اس سند میں عمرو بن سعید پر تدلیس کا کوئی الزام نہیں ہے۔ صرف عمرو بن شعیب اور شعیب بن محمد پر متاخرین کی طرف سے تدلیس کا الزام ہے اور یہ دونوں تدلیس سے بری ہیں دیکھیں میری کتاب ”الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین“ (٢٠٦٠، ٢٠٥٤)  
باقی سند مصرح بالسماح ہے۔ یہ معلوم نہیں کہ اوکاڑوی صاحب نے تیسرا کون سا مدلس گھڑ لیا ہے؟

### اکاڑوی جھوٹ نمبر: 13

اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

”یعنی امام سفیان بن عیینہ کے دور دوسری صدی سے لے کر شاہ ولی اللہ کے دور بارہویں صدی تک تمام دنیا اور تمام ممالک میں عوام اور بادشاہ سب حنفی تھے“ (تجليات صفدر مطبوعه مکتبه امدادیہ ملتان ج ٥ ص ٢٢)  
تبصرہ: یہ بات صریح جھوٹ ہے۔ تقلید نہ کرنے والے، مالکی، شافعی اور حنبلی عوام اور غیر حنفی حکمرانوں سے آنکھیں بند کر لینا کس عدالت کا انصاف ہے؟  
ساتویں صدی ہجری کے سلطان کبیر امیر المؤمنین ابو یوسف یعقوب بن یوسف المراسی الظاہری رحمہ اللہ تقلید کے سخت خلاف تھے۔ انھوں نے اپنے دور خلافت میں حکم جاری کیا تھا:  
”ولا یقلدون أحدًا من الأئمة المجتہدین المتقدمین“ اور لوگ اگلے ائمہ مجتہدین میں سے کسی کی تقلید نہیں کریں گے۔ (تاریخ ابن خلکان ج ٤ ص ١١) نیز دیکھئے سیر اعلام النبلاء (ج ٢ ص ٣١٢)

### اکاڑوی جھوٹ نمبر: 14

اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

”تمام ممالک میں سلطنت بھی احناف کے پاس رہی اور جہاد بھی انھوں نے کئے، غیر مقلدوں کو نہ کبھی حکومت نصیب ہوئی نہ جہاد کرنا قسمت میں ہوا.....“ (تجليات صفدر، مکتبه امدادیہ ملتان ج ٥ ص ٢٥)  
تبصرہ: اس کے رد کے لیے دیکھئے اکاڑوی جھوٹ نمبر (١٣) پر تبصرہ۔  
سلطان کبیر یعقوب بن یوسف المراسی کی جہادی مہموں کے لیے وفیات الاعیان و سیر اعلام النبلاء کا مطالعہ کریں۔

اوکاڑوی لکھتا ہے: ”تقلید شخصی کا انکار ملکہ و کٹوریہ کے دور میں شروع ہوا“  
(تجلیات صفدر، جمعیت اشاعت العلوم الحنفیہ فیصل آباد ج ۲ ص ۲۱۰، دیکھئے اوکاڑوی جھوٹ نمبر ۸)  
”اور یہ سب ملکہ و کٹوریہ سے بہت پہلے گزرے ہیں“  
مجاہد سلطان المراثی رحمہ اللہ کا حوالہ اوکاڑوی جھوٹ نمبر (۱۳) کے رد میں گزر چکا ہے۔  
یہ عام لوگوں کو بھی معلوم ہے کہ ملکہ و کٹوریہ کے دور سے صدیوں پہلے حافظ ابن حزم اندلسی نے تقلید شخصی و غیر شخصی کی سخت مخالفت کی تھی۔  
شیخ قاسم بن محمد القرطبی (متوفی ۲۷۶ھ) نے کتاب الايضاح فی الرد علی المقلدین لکھی تھی (دیکھئے سیر اعلام النبلاء ۳۲۹/۱۳)

## اوکاڑوی جھوٹ نمبر: 15

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:  
”صلوة الیل مثنیٰ مثنیٰ فإذا أردت أن تنصرف فاركع ركعة تو ترك ماصلیت“  
(صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۳۵ ح ۹۹۳)  
”رات کی نماز دو رکعت کر کے پڑھنی چاہیے لیکن جس وقت تم نماز ختم کرنے کا ارادہ کرو تو اخیر میں ایک رکعت پڑھ لو کیونکہ جس قدر نماز تم پڑھ چکے وہ سب کی سب وتر (طاق) بن جائے۔“  
(صحیح بخاری مع اردو ترجمہ: عبد الدائم جلالی بخاری دیوبندی ج ۱ ص ۵۵۳ ح ۹۴۸)  
اب اس حدیث کا ترجمہ اوکاڑوی صاحب کے الفاظ میں پڑھ لیں:  
”رات کی نماز دو رکعت ہے پھر جب دو رکعت بعد تو (التحیات پڑھ کر) سلام کا ارادہ کرے تو کھڑا ہو کر ایک رکعت ملا لے وہ وتر ہو جائیں گے.....“ (مجموعہ رسائل ج ۲ ص ۱۱۱)  
یہ ترجمہ جھوٹا اور خود ساختہ ہے۔ ”التحیات پڑھ کر“ کے الفاظ حدیث میں قطعاً موجود نہیں ہیں۔  
تنبیہ: حکیم صادق سیالکوٹی صاحب نے سبیل الرسول میں لکھا ہے:  
”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی پوری خلافت میں اور خلافت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دو برس میں (یکبارگی) تین طلاقیں ایک شمار کی جاتی تھیں۔“ (ص ۲۶۸، دوسرا نسخہ ص ۱۴۴)  
اس پر تبصرہ کرتے ہوئے اوکاڑوی لکھتا ہے:  
”تیسرا جھوٹ: اسی حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے ”یکبارگی“ کا لفظ اپنی طرف سے بڑھایا جو حدیث میں مذکور نہیں“ (مجموعہ رسائل ج ۲ ص ۱۲)  
معلوم ہوا کہ حدیث کی تشریح میں کوئی جملہ یا لفظ بریکٹوں میں لکھا جائے تو وہ اوکاڑوی صاحب کے نزدیک جھوٹ ہوتا ہے۔

## اوکاڑوی جھوٹ نمبر: 16

ایک روایت میں خارجیوں کے بارے میں آیا ہے:

”يَقْرُونَ الْقُرْآنَ لَا يَجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ“ إلخ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۵۶)

اس کا ترجمہ کرتے ہوئے اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

”گمہ پھاڑ پھاڑ کر قرآن۔ حدیث پڑھیں گے (تھوٹھا چننا باجے گھنا) مگر گلے سے آگے اتر نہیں ہوگا۔“

(مجموعہ رسائل ج ۲ ص ۲۳۹)

”حدیث پڑھیں گے“ کے الفاظ حدیث میں قطعاً موجود نہیں ہیں۔

## اوکاڑوی جھوٹ نمبر: 17

یزید بن ابی زیاد (ضعیف راوی) کی بیان کردہ ترک رفع یدین والی روایت کے بارے میں اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

” (۱) پھر یزید بن ابی زیاد سے دس شاگردوں نے اس کو مکمل متن سے روایت کیا ہے.....

(۸) شعبہ ۱۶۰ھ (مسند احمد ج ۴ ص ۳۰۳) “

(جزء رفع الیدین مع تحریفات الاوکاروی ص ۲۹۶، ۲۹۷ تحت ج ۳۴)

تبصرہ: حالانکہ مسند احمد میں ”رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم حين افتتح الصلوة رفع يديه“

کے الفاظ ہیں۔ (ج ۴ ص ۳۰۳ ج ۱۸۸۹۶)

رفع یدین نہ کرنے والے متن کا کوئی نام و نشان تک نہیں ہے۔

## اوکاڑوی جھوٹ نمبر: 18

امین اوکاڑوی نے کہا: ”جیسے محمد جو ناگڑھی جس کی طرف نسبت کر کے اہل حدیث اپنے آپ کو محمدی کہتے ہیں۔“

(مجموعہ رسائل طبع اول ستمبر ۱۹۹۴ء ج ۳ ص ۱۶)

یہ اوکاڑوی دعویٰ صریح جھوٹ ہے۔ اس کے برعکس عام اہل حدیث اپنے آپ کو سیدنا محمد ﷺ کی طرف منسوب

کر کے محمدی کہتے ہیں اور بعض جامعہ محمدیہ سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد محمدی کہلاتے ہیں۔

## اوکاڑوی جھوٹ نمبر: 19

اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

”جیسے امام بخاری کو ان کے اساتذہ امام ابو زرعہ اور ابو حاتم نے متروک قرار دیا“

(تجلیات صفحہ ۱، امدادیہ ج ۲ ص ۶۶)

تبصرہ: امام ابو زرہ اور امام ابو حاتم دونوں امام بخاری کے شاگرد تھے دیکھئے تہذیب الکمال (۸۶/۱۶، ۸۷) استاد نہیں تھے۔ ان دونوں سے امام بخاری کو ”متروک“ قرار دینا ثابت نہیں ہے۔ الجرح والتعديل (۱۹۱/۷) کی عبارت کا جواب یہ ہے کہ کسی راوی سے روایت ترک کر دینا اس کی دلیل نہیں ہے کہ وہ راوی روایت ترک کرنے والے کے نزدیک متروک ہے۔ مثلاً امام عبد اللہ بن المبارک نے امام ابو حنیفہ سے آخری عمر میں روایت ترک کر دی تھی (الجرح والتعديل ج ۸ ص ۴۳۹) کیا اوکاڑوی کا کوئی مقلد یہ کہہ سکتا ہے کہ امام عبد اللہ بن المبارک کے نزدیک امام ابو حنیفہ ”متروک“ تھے؟

## اوکاڑوی جھوٹ نمبر: 20

اوکاڑوی نے کہا:

”ان ائمہ اربعہ میں سے فارسی النسل بھی صرف امام صاحب ہی ہیں“ (مجموعہ رسائل ج ۳ ص ۳۳)  
امام ابو حنیفہ کا فارسی النسل ہونا قطعاً ثابت نہیں ہے، اس کے برعکس ان کے شاگرد ابو نعیم الفضل بن دین الکوفی (متوفی ۲۱۸ھ) فرماتے ہیں: ”ابو حنیفۃ النعمان بن ثابت بن زوطی، أصله من کابل“  
یعنی امام ابو حنیفہ اصلاً کابلی تھے۔ (تاریخ بغداد ج ۱ ص ۳۲۴، ۳۲۵ وسندہ صحیح)

## اوکاڑوی جھوٹ نمبر: 21

اوکاڑوی صاحب نے کہا:

”حضرات غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا اور اپنے صحابہ کا خون دے کر قرآن وحدیث لوگوں تک پہنچایا مگر ان قربانیوں کا اثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک ہی رہا۔ ابھی آپ کی نماز جنازہ بھی ادا نہ ہوئی تھی کہ حضرت عمرؓ نے قیاس کا دروازہ کھول دیا.....“ (مجموعہ رسائل ج ۳ ص ۳۴)  
یہ سارا بیان کذب وافتراء پر مبنی ہے۔ کسی اہل حدیث عالم یا مذہدار شخص سے یہ بیان قطعاً ثابت نہیں ہے۔

## اوکاڑوی جھوٹ نمبر: 22

اوکاڑوی صاحب نے کہا:

”امام عبد اللہ بن المبارک جیسے محدثین کے سردار خود فقہ حنفی کو خراسان تک پھیلا رہے۔“  
(مجموعہ رسائل ج ۳ ص ۳۶)  
امام عبد اللہ بن المبارک رحمہ اللہ کا فقہ حنفی خراسان میں پھیلا نا کسی صحیح و مقبول روایت سے ثابت نہیں ہے، اس کے برعکس امام ابن المبارک کے چند مسائل درج ذیل ہیں:

- ۱: آپ رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین کے قائل و فاعل تھے۔ دیکھئے سنن الترمذی (۲۵۶)
  - ۲: آپ فاتحہ خلف الامام کے قولاً و فعلاً قائل تھے۔ دیکھئے سنن الترمذی (۳۱۱)
  - ۳: آپ جرابوں پر مسح کے قائل تھے۔ دیکھئے سنن الترمذی (۹۹)
- تنبیہ: سنن الترمذی میں امام ابن المبارک کے اقوال کی سندوں کے لیے دیکھئے امام ترمذی کی کتاب العلل الصغیر (ص ۸۸۶)

### اوکاڑوی جھوٹ نمبر: 23

اوکاڑوی ایک وتر کے بارے میں لکھتا ہے: ”اور حضرت عثمانؓ بھی کوئی ایک حدیث پیش نہ فرما سکے.....“  
(مجموعہ رسائل ج ۳ ص ۶۶)

تبصرہ: یہ کہنا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ حدیث پیش نہ کر سکے، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی گستاخی بھی ہے اور آپ پر جھوٹ بھی ہے۔ اوکاڑوی تو حدیثیں پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہتا ہے کہ آپ ”ایک حدیث پیش نہ فرما سکے“ سبحان اللہ!

### اوکاڑوی جھوٹ نمبر: 24

اوکاڑوی لکھتا ہے: ”خود دو عثمانی میں بیس تراویح کے ساتھ سب تین وتر پڑھتے تھے جس پر کسی نے انکار نہیں کیا“  
(مجموعہ رسائل ج ۳ ص ۶۶)

تبصرہ: کسی صحیح وثابت روایت میں، دو عثمانی میں لوگوں کا بیس تراویح پڑھنا اور سب لوگوں کا تین وتر پڑھنا قطعاً ثابت نہیں ہے۔ (نیز دیکھئے اوکاڑوی جھوٹ نمبر: ۲۶)

### اوکاڑوی جھوٹ نمبر: 25

اوکاڑوی نے کہا:

”قال ابو بکر بن ابی شیبہ سمعت عطاء سئل عن المرأة..... امام بخاریؒ کے استاد ابو بکر بن ابی شیبہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء سے سنا کہ ان سے عورت کے بارے میں پوچھا گیا کہ.....“  
(مجموعہ رسائل مطبوعہ جون ۱۹۹۳ء ج ۲ ص ۹۶ بحوالہ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۹)

حالانکہ ابو بکر بن ابی شیبہ کی عطاء سے ملاقات ہی ثابت نہیں ہے۔ امام ابو بکر بن ابی شیبہ فرماتے ہیں:

”حدثنا هشيم قال: أنا شيخ لنا قال: سمعت عطاء سئل عن المرأة“  
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۹ ج ۲ ص ۲۴۱)

اس سند سے معلوم ہوا کہ اس میں ایک راوی ”شیخ لنا“ ہے۔ جس کا کوئی اتنا پتا اسماء الرجال کی کتابوں میں نہیں ہے یعنی مجہول راوی ہے، جسے اوکاڑوی صاحب نے چھپا کر ضعیف سند کو صحیح سند ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔

## اوکاڑوی جھوٹ نمبر: 26

اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

”حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ عہد فاروقی میں لوگ بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے اور حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں بھی۔ اور لوگ لمبے قیام کی وجہ سے لٹھیوں پر سہارا لیتے تھے۔ (بیہقی ج ۴ ص ۴۹۶)“

(مجموعہ رسائل، مطبوعہ نومبر ۱۹۹۴ء ج ۴ ص ۱۴)

تبصرہ: ج ۴ تو کتاب کی غلطی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ ج ۲ ہے، تاہم یاد رہے کہ السنن الکبریٰ للبیہقی (ج ۲ ص ۴۹۶) پر اس بات کا قطعاً ثبوت نہیں ہے کہ ”حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں بھی“ لوگ بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔!

(نیز دیکھئے اوکاڑوی جھوٹ نمبر: ۲۴)

## اوکاڑوی جھوٹ نمبر: 27

اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

”جب ائمہ اربعہ نے دین کو مدون اور مرتب فرمادیا تو سب اہل سنت ان میں سے کسی ایک کی تقلید کرنے لگے“

(مجموعہ رسائل ص ۱۸)

تبصرہ: ”دین کو مدون اور مرتب“ کے ثبوت سے قطع نظر کرتے ہوئے عرض ہے کہ ”سب اہل سنت ان میں سے کسی ایک کی تقلید کرنے لگے“ والی بات دروغ بے فروغ ہے۔ دیکھئے اوکاڑوی جھوٹ نمبر (۹)

اس کے برعکس ائمہ اربعہ سے تقلید کی ممانعت مروی ہے۔ مثلاً امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنی اور دوسروں کی تقلید سے منع فرمایا ہے (کتاب الام/مختصر المزنی ص ۱، ماہنامہ الحدیث حضرو: ۹ ص ۴۵)

## اوکاڑوی جھوٹ نمبر: 28

اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

”مثلاً حضرت جابر کا وصال ۷۰ھ کے بعد مدینہ منورہ میں ہی ہوا اور کم از کم پچپن سال آپ کے سامنے مدینہ

منورہ میں مسجد نبوی میں بیس رکعت تراویح کی بدعت جاری رہی...“ (مجموعہ رسائل ج ۴ ص ۲۱)

تبصرہ: اوکاڑوی کا یہ بیان کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے بلکہ سراسر جھوٹ ہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے سامنے لوگوں کا بیس رکعات پڑھنا کسی حدیث سے بھی ثابت نہیں ہے۔ نیز دیکھئے اوکاڑوی جھوٹ نمبر 29



## اوکاڑوی جھوٹ نمبر: 29

اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

”اور سیدہ عائشہؓ کا وصال ۵۷ھ میں ہوا۔ پورے بیالیس سال اماں جان کے حجرہ کے ساتھ متصل مسجد نبوی میں بیس رکعات تراویح کی بدعت جاری رہی۔“ (مجموعہ رسائل ج ۴ ص ۲۰)

تبصرہ: سیدہ عائشہؓ کے حجرے کے ساتھ متصل مسجد نبوی میں، آپ کے سامنے بیس رکعات کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اس کے برعکس صحیح حدیث میں آیا ہے:

”أن عمر جمع الناس على أبي وتميم فكانوا يصلون إحدى عشرة ركعة“

”بے شک عمر (رضی اللہ عنہ) نے لوگوں کو ابی (بن کعب) اور تمیم (داری) پر جمع کیا، دونوں گیارہ رکعتیں پڑھاتے تھے۔“ (مصنف ابن ابی شیبہ ۳۹۱/۲ و آثار السنن تحت ج ۵ ص ۷۷)

دیوبندیوں کا کیا خیال ہے کہ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور سیدنا تمیم الداری رضی اللہ عنہ گیارہ رکعتیں پڑھانے کے لیے مدینہ طیبہ سے باہر تشریف لے جاتے تھے؟

## اوکاڑوی جھوٹ نمبر: 30

حنفیوں و دیوبندیوں کا یہ نظریہ ہے کہ نماز عیدین میں چھ تکبیریں کہی جائیں، بارہ تکبیریں نہ کہی جائیں۔ اس سلسلے میں حنفی مذہب کی تائید میں کچھ روایات نقل کر کے اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

”ان احادیث مقدسہ سے ماہ نیم اور آفتاب نیم روز کی طرح رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور عمل صحابہ کرام کے اجماع سے نماز عید کا یہ طریقہ ثابت ہے۔ مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ میں خیر القرون میں اسی طریقے سے نماز عید پڑھی جاتی تھی۔“ (مجموعہ رسائل ج ۴ ص ۲۹)

تبصرہ: اس اوکاڑوی جھوٹے اجماع کے مقابلے میں امام نافع رحمہ اللہ (مشہور تابعی) فرماتے ہیں:

”میں نے (سیدنا) ابو ہریرہ (المدنی رضی اللہ عنہ) کے ساتھ عید الاضحیٰ اور عید الفطر کی نماز پڑھی۔ پس آپ نے پہلی رکعت میں قراءت سے پہلے سات تکبیریں کہیں اور دوسری رکعت میں قراءت سے پہلے پانچ تکبیریں کہیں۔“

(موطأ امام مالک مترجم ج ۱ ص ۱۸۰ ج ۴ ص ۴۳۴ و سندہ صحیح)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی (7+5) بارہ تکبیروں کے قائل تھے۔ (احکام العیدین للفریانی: ۱۲۸ و سندہ صحیح)

اوکاڑوی صاحب نے کذب و افتراء کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایسے اجماع کا دعویٰ کر رکھا ہے جس سے سیدنا عبداللہ بن عباس اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما باہر ہیں۔ سبحان اللہ!

### اوکاڑوی جھوٹ نمبر: 31

اہل حدیث کے بارے میں اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

”اختلافی احادیث میں سے یہ حضرات اس حدیث کو تلاش کرتے ہیں جو کتاب اللہ کے خلاف ہو“

(مجموعہ رسائل ج ۴ ص ۳۸)

تبصرہ: دیوبندیوں کا یہ نظریہ ہے کہ نماز میں مرد و نواف کے نیچے اور عورتیں سینہ پر ہاتھ باندھیں۔ جب کہ اہل حدیث کی تحقیق ہے کہ مرد و عورت دونوں سینہ پر ہاتھ باندھیں۔ اہل حدیث اپنے دلائل میں درج ذیل احادیث بھی پیش کرتے ہیں:

”ورأيتہ يضع هذه علی صدره“ اور میں نے آپ (ﷺ) کو دیکھا آپ یہ (ہاتھ) اپنے سینے پر رکھتے تھے۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۲۲۶ ح ۲۲۳۱۳ وسندہ حسن)

یہ حدیث قرآن کی کوئی آیت کے خلاف ہے؟ کوئی بتائے کہ ہم بتلائیں کیا؟

### اوکاڑوی جھوٹ نمبر: 32

اہل حدیث کے بارے میں اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

”پھر شرمچایا کہ سات سمندر دور دمشق کے مکتبہ ظاہریہ میں جو مسند حمیدی کا قلمی نسخہ ہے اس میں اگرچہ یرفع یدیدہ

بھی رکوع کے ساتھ نہیں ہے تو فلا یرفع بھی نہیں ہے.....“ (مجموعہ رسائل ج ۴ ص ۴۴)

تبصرہ: اس محرف کلام کے مقابلے میں اہل حدیث صرف یہ کہتے ہیں کہ دمشق شام کے مکتبہ ظاہریہ میں مسند حمیدی والے نسخہ میں رفع نہ کرنے والے الفاظ نہیں ہیں۔ جنہیں دیوبندی حضرات آج کل پیش کر رہے ہیں۔ رہا یہ کہ ”سات سمندر دور“ کے الفاظ تو یہ اوکاڑوی صاحب کا صریح جھوٹ ہے کیونکہ پاکستان کے ساتھ ملا ہوا ایران ہے ایران کے ساتھ عراق ملا ہوا ہے اور عراق کے ساتھ شام ملا ہوا ہے۔ سات سمندروں کے بجائے ایک سمندر بھی حائل نہیں ہے۔

### اوکاڑوی جھوٹ نمبر: 33

اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں: ”غیر مقلدین کا دعویٰ تو یہ ہے کہ مقتدی کا امام کے پیچھے ایک سوتیرہ سورتیں پڑھنی

حرام ہیں اور ایک سورت فاتحہ پڑھنی فرض ہے۔“ (مجموعہ رسائل ج ۴ ص ۴۷)

تبصرہ: یہ اوکاڑوی بیان سراسر دروغ ہے۔ اس کے برعکس اہل حدیث ظہر و عصر میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کے علاوہ بھی قراءت کرنے کو جائز سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سری نمازوں میں امام کے پیچھے، فاتحہ کے علاوہ پڑھنا بھی جائز ہے۔ واللہ

### اوکاڑوی جھوٹ نمبر: 34

اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

”نماز تراویح کے بارے میں بیس رکعت سے کم کسی امام کا مذہب نہیں۔“ (مجموعہ رسائل ج ۴ ص ۵۱)  
تبصرہ: اس کے سراسر برعکس امام مالک رحمہ اللہ کا قول ہے کہ  
”میں اپنے لیے قیام رمضان (تراویح) گیارہ رکعتیں اختیار کرتا ہوں۔“  
(کتاب التجرد/عبدالحق اشٹیلی ص ۶۱، الحدیث حضرو: ص ۵۳۸)  
امام شافعی فرماتے ہیں کہ  
”اس چیز (تراویح) میں ذرہ برابر تنگی نہیں ہے اور نہ کوئی حد ہے کیونکہ یہ نفل نماز ہے۔ اگر رکعتیں کم اور قیام لمبا  
ہو تو بہتر ہے اور مجھے زیادہ پسند ہے۔ اور اگر رکعتیں زیادہ ہوں تو بھی بہتر ہے۔“  
(مختصر قیام اللیل للمزنی ص ۲۰۲، ۲۰۳ الحدیث حضرو: ص ۵۳۸)  
معلوم ہوا کہ امام شافعی رحمہ اللہ کم رکعتوں کو زیادہ پسند کرتے تھے۔

### اوکاڑوی جھوٹ نمبر: 35

اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں کہ  
”حالانکہ ذہبی نے ابوداؤد سے بیس رکعت ہی نقل کیا ہے۔“ (مجموعہ رسائل ج ۴ ص ۵۲)  
تبصرہ: معلوم ہوا کہ اوکاڑوی صاحب کے نزدیک حافظ ذہبی نے امام ابوداؤد سے بیس راتوں کا لفظ نقل نہیں کیا۔  
حافظ ذہبی لکھتے ہیں:  
”أثر: (د) یونس بن عیبد عن الحسن أن عمر جمع الناس على أبي فكان يصلي بهم عشرين  
ليلة...“ (المہذب فی اختصار السنن الکبیر ج ۱ ص ۴۶۴)  
معلوم ہوا کہ ذہبی نے ابوداؤد سے بیس راتیں نقل کی ہیں جس کے خلاف اوکاڑوی صاحب شور مچا رہے ہیں۔

### اوکاڑوی جھوٹ نمبر: 36

اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں کہ  
”آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرات انبیاء علیہم السلام (اپنی امتوں کے) قائدین اور فقہاء (اپنے  
مقلدوں کے) سردار ہیں“ (مجموعہ رسائل ج ۴ ص ۶۹)  
تبصرہ: اوکاڑوی کا یہ کلام کالا جھوٹ ہے۔ اس کا ثبوت کسی حدیث میں نہیں ہے۔

### اوکاڑوی جھوٹ نمبر: 37

اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

”مثلاً نماز باجماعت میں ساتھی کے ٹخنے پر ٹخنہ مارنا سنت ہے جو مردہ ہو چکی ہے اس پر عمل کرنا سوشہید کا ثواب ہے“ (مجموعہ رسائل ج ۴ ص ۱۱۲)

تبصرہ: ٹخنے سے ٹخنہ ملانا تو حدیث میں آیا ہے لیکن ”ٹخنے پر ٹخنہ مارنا“ یہ کسی حدیث سے ثابت نہیں اور نہ اہل حدیث کا یہ مسلک ہے بلکہ اوکاڑوی صاحب کا اہل حدیث پر یہ صریح افتراء ہے اور حدیث رسول ﷺ کے ساتھ استہزاء ہے۔ (العیاذ باللہ)

### اوکاڑوی جھوٹ نمبر: 38

اوکاڑوی صاحب نے اہل حدیث سے منسوب کیا ہے کہ

”ہم تو صرف بخاری مسلم اور زیادہ مجبوری ہو تو صحاح ستہ کو مانتے ہیں۔ باقی حدیث کی سب کتابوں کا پوری ڈھٹائی سے نہ صرف انکار کرو بلکہ استہزاء بھی کرو اور اتنا مذاق اڑاؤ کہ پیش کرنے والا ہی بے چارہ شرمندہ ہو کر حدیث کی کتاب چھپالے اور آپ کی جان چھوٹ جائے“ (مجموعہ رسائل ج ۴ ص ۱۱۲)

تبصرہ: یہ سارا بیان جھوٹ ہے کسی اہل حدیث عالم سے ایسا کلام ثابت نہیں ہے۔ بلکہ اہل حدیث کا مذہب یہ ہے کہ صحیح حدیث حجت ہے چاہے وہ جہاں ہو اور جس کتاب میں ہو۔ والحمد للہ

### اوکاڑوی جھوٹ نمبر: 39

ایک اہل حدیث استاد کے بارے میں اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں کہ

”استاد جی تا کید فرماتے تھے کہ جو نماز نہیں پڑھتا اس کو نہیں کہنا کہ نماز پڑھو۔ ہاں جو نماز پڑھ رہا ہو، اس کو ضرور کہنا کہ تیری نماز نہیں ہوئی“ (مجموعہ رسائل ج ۴ ص ۱۱۵)

تبصرہ: یہ سارا بیان جھوٹ ہے اور کسی اہل حدیث عالم یا استاد سے قطعاً ثابت نہیں ہے۔

### اوکاڑوی جھوٹ نمبر: 40

اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں کہ

”اب سنیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری حدیث یوں ہے کہ نماز نہیں ہوتی اس کی جو فاتحہ اور کچھ اور حصہ قرآن کا نہ پڑھے۔ (!) عن عبادہ مسلم ج ۱ ص ۱۶۹...“ (مجموعہ رسائل ج ۴ ص ۱۴۰)

تبصرہ: ان الفاظ والی کوئی حدیث صحیح مسلم میں موجود نہیں ہے۔ صحیح مسلم میں لکھا ہوا ہے کہ

”لا صلوة لمن لم يقرأ بام القرآن... وزاد: فصاعداً“

(ج ۱ ص ۱۶۹ ج ۳ ص ۳۶، ۳۷ و ترجمہ دارالسلام: ۸۷۶، ۸۷۷)

ترجمہ: جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں... اور (راوی نے یہ لفظ) زیادہ کیا: پس زیادہ

معلوم ہوا کہ صحیح مسلم میں فصاعداً (پس زیادہ) کا لفظ ہے و صاعداً (اور زیادہ) کا لفظ نہیں ہے۔  
انور شاہ کشمیری دیوبندی اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

”پھر احناف نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس حدیث سے مراد فاتحہ اور سورت ملانے کا وجوب ہے لیکن یہ بات لغت کے خلاف ہے کیونکہ اہل لغت اس پر متفق ہیں کہ ”ف“ کے بعد جو ہو وہ غیر ضروری ہوتا ہے۔ سیبویہ (نحوی) نے (اپنی) الکتاب کے باب الاضافہ میں اس کی صراحت کی ہے۔“

(العرف الشذی ص ۶۷ نیز دیکھئے میری کتاب نصر الباری فی تحقیق جزء القراءة للبخاری ص ۴۸)

## اوکاڑوی جھوٹ نمبر: 41

اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں کہ

”ابن زبیر کہتے ہیں، میرے سامنے ایک دفعہ حضرت صدیقؓ نے نماز میں رکوع والی رفع یدین کی، میں نے بھی پوچھا یہ کیا ہے؟ یہ جملہ بتا رہا ہے کہ حضرت صدیقؓ نے ایسی نماز پڑھی کہ اور کوئی صحابی نماز نہ پڑھتے تھے اسی لئے تو پوچھنے کی ضرورت پڑی۔“ (مجموعہ رسائل ج ۴ ص ۱۶۳)

تبصرہ: یہ ساری عبارت جھوٹ کا پلندہ ہے اس کے برعکس السنن الکبریٰ للبیہقی میں لکھا ہوا ہے کہ

”فقال عبد الله بن الزبير: صليت خلف أبي بكر الصديق رضي الله عنه فكان يرفع يديه إذا افتتح وإذا ركع وإذا رفع رأسه من الركوع وقال أبو بكر: صليت خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فكان يرفع يديه إذا افتتح الصلوة وإذا ركع وإذا رفع رأسه من الركوع، رواه ثقات“

ترجمہ: تو (سیدنا) عبد اللہ بن الزبیر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: میں نے (سیدنا) ابوبکر الصديق (رضی اللہ عنہ) کے پیچھے نماز پڑھی ہے پس آپ شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے تھے اور ابوبکر (الصدیق رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی ہے پس آپ شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے تھے (بیہقی نے فرمایا) اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔

معلوم ہوا کہ نہ تو سیدنا عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر الصديق رضی اللہ عنہ سے کوئی سوال کیا ہے اور نہ یہ فرمایا ہے کہ ”ایک دفعہ حضرت صدیقؓ نے نماز میں رکوع والی رفع یدین کی“ ایک دفعہ کا لفظ بھی اوکاڑوی کا گھڑا ہوا ہے۔

(ج ۲ ص ۷۳)

## اوکاڑوی جھوٹ نمبر: 42

اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں کہ

”الغرض اس تیسری صدی کے شروع میں ساری دنیا میں یہی ایک آدمی رفع یدین کرنے والا تھا جس کا دماغ

چل گیا تھا“ (مجموعہ رسائل ج ۳ ص ۱۶۲)

تبصرہ: اس اوکاڑوی جھوٹ کے برخلاف امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ) کا قول درج ذیل ہے:

میں نے معتز (بن سلیمان) [متوفی ۱۸۷ھ] یحییٰ بن سعید (القطن) [متوفی ۱۹۸ھ] عبد الرحمن (بن مہدی) [متوفی ۱۹۸ھ] یحییٰ (بن معین) [متوفی ۲۳۳ھ] اور اسماعیل (بن علیہ) [وفات ۱۹۳ھ] کو دیکھا وہ رکوع کے وقت

اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے تھے۔ (جزء رفع الیدین: ۱۲۱)

کیا خیال ہے تیسری صدی ہجری میں وفات پانے والے امام یحییٰ بن معین اور امام احمد بن حنبل وغیرہما کس وقت رفع یدین کرتے تھے؟ یاد رہے کہ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے حوالے ہیں مثلاً امام بخاری رحمہ اللہ کس صدی میں رفع یدین کرتے تھے؟ دوسری صدی ہجری میں وفات پانے والے امام عبد الرحمن بن مہدی کسی وقت رفع یدین کرتے تھے؟

### جھوٹ نمبر 43:

اوکاڑوی لکھتا ہے کہ

”امام زہری عظیم محدث ہیں مگر غیر مقلدین کی تحقیق میں وہ شیعہ تھے چنانچہ غیر مقلدین کے مایہ ناز محقق حکیم فیض عالم صدیقی خطیب جامع مسجد اہل حدیث محلہ مستریاں جہلم...“ (مجموعہ رسائل ج ۴ ص ۱۷۱)

تبصرہ: حکیم فیض عالم صدیقی ایک ناصبی اور گمراہ شخص تھا جس کی گمراہیوں سے تمام اہل حدیث بری ہیں۔ راقم الحروف نے حکیم فیض عالم کا شدید دلکھا ہے دیکھئے الحدیث حضور: ۳۳، الحدیث حضور: ۸، ۱۶، ۱۷

امام زہری کی جلالت شان و عدالت و ثقاہت کے لیے دیکھئے الحدیث: ۳۳، ۴۱، ۴۲

### جھوٹ نمبر 44:

اوکاڑوی صاحب سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

”اور پہلی تکبیر کے بعد ہر جگہ رفع یدین کا ترک بھی ثابت ہے..... (المدونۃ الکبریٰ ص ۶۸ ج ۱)“

(مجموعہ رسائل ج ۴ ص ۱۷۳)

تبصرہ: ہمارے نسخہ میں سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما والی روایت صفحہ ۷ پر موجود ہے۔

”کان یرفع یدیه حذو منکبیه إذا فتحت التکبیر للصلوة“ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لیے تکبیر افتتاح کہتے تو کندھوں تک رفع یدین کرتے تھے (المدونۃ ج ۱ ص ۷۱)

اس میں ترک رفع یدین کا نام و نشان تک نہیں ہے۔

تنبیہ: المدونۃ الکبریٰ امام مالک کی کتاب نہیں ہے۔ صاحب مدونہ ”سخون“ تک متصل سندنا معلوم ہے۔ لہذا

یہ ساری کتاب بے سند ہوئی۔ ایک مشہور عالم ابو عثمان سعید بن محمد المغربی رحمہ اللہ نے مدونہ کے رد میں ایک کتاب لکھی ہے (سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۲۰۶) وہ اس کتاب کو ”مدودہ“ (کیڑوں والی کتاب) کہتے تھے۔

(العبر فی خبر من غیر ۱۱۲۲)

نیز دیکھئے میری کتاب القول المتین فی الجہر بالتأمین ص ۷۳

### اوکاڑوی جھوٹ نمبر: 45

سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں کہ ”اسی طرح ساری نماز (بغیر رفع یدین اور بغیر جلسہ استراحت) کے پڑھائی اور نماز کے بعد فرمایا: لوگو! یہ ہے وہ نماز جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں پڑھ کر دکھاتے تھے (رواہ احمد و اسنادہ حسن آثار السنن ج ۱ ص ۱۲۰، ۱۲۱ ج ۱)“

(مجموعہ رسائل ج ۴ ص ۱۹۰)

تبصرہ: یہ روایت آثار السنن (ج ۴ ص ۲۵۵) و مسند احمد (ج ۵ ص ۳۳۳ ج ۲ ص ۲۳۹) میں طویل متن کے ساتھ موجود ہے لیکن اس میں نہ تو ترک رفع یدین کا ذکر ہے اور نہ ترک جلسہ استراحت کا، یہ دونوں باتیں اوکاڑوی صاحب نے گھڑ کر بریکٹ میں لکھ دی ہیں۔

تنبیہ: اس روایت کی سند میں ایک راوی شہر بن حوشب ہے جو کہ موثق عند الجمہور اور حسن الحدیث ہے۔

### جھوٹ نمبر: 46

غیر مستند کتاب المدونہ کی ایک روایت (جس کا ذکر اوکاڑوی جھوٹ نمبر ۴۴ میں گزر چکا ہے) کا ترجمہ کرتے ہوئے اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں کہ

”حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں صرف پہلی تکبیر کے وقت ہی رفع یدین کرتے تھے۔“ (مجموعہ رسائل ج ۴ ص ۲۱۷)

تبصرہ: یہ ترجمہ جھوٹ اور افترا پر مبنی ہے۔ اس حدیث ((إن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیه حذو منکبیه إذا افتتح الصلوۃ)) کا صحیح ترجمہ درج ذیل ہے:

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے تھے۔

”صرف پہلی تکبیر کے وقت ہی“ کے الفاظ سرے سے اس حدیث میں موجود نہیں ہیں۔

### اوکاڑوی جھوٹ نمبر: 47

اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں کہ



”تکبیر تحریمہ کے وقت سب رفع یدین کرتے ہیں، کسی کو اختلاف نہیں، کیونکہ اس رفع یدین کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم بھی دیا اور اس پر عمل بھی فرمایا۔“ (مجموعہ رسائل ج ۴ ص ۲۷۷)  
تبصرہ: تکبیر تحریمہ کے وقت، رفع یدین کا حکم ہمیں کسی حدیث میں نہیں ملا۔ اگر دیوبندی حضرات یہ حکم باحوالہ پیش کریں تو جھوٹ نمبر: ۴۷ سے اوکاڑوی صاحب کو باہر نکال سکتے ہیں۔

### اوکاڑوی جھوٹ نمبر: 48

مشہور ثقہ عند الجہور راوی عبد الحمید بن جعفر کے بارے میں اوکاڑوی لکھتا ہے کہ:  
”اس کی سند میں عبد الحمید بن جعفر ضعیف ہے (میزان)“ (مجموعہ رسائل ج ۴ ص ۲۸۲)  
تبصرہ: حالانکہ میزان الاعتدال میں یہ لکھا ہوا ہے کہ ”وقال ابن معين ثقة“ اسے علی بن المدینی نے ثقہ اور نسائی و احمد بن حنبل نے: لیس بہ بأس کہا، ابو حاتم اور سفیان نے جرح کی۔ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۵۳۹)  
معلوم ہوا کہ جہور کے نزدیک عبد الحمید مذکور ثقہ و لیس بہ بأس ہے۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں:  
”صح“ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۵۳۹ ت ۶۷۷)  
حافظ ذہبی جب ”صح“ کی علامت لکھیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ عمل اس راوی کے ثقہ ہونے پر (ہی) ہے۔  
(لسان المیزان ج ۲ ص ۱۵۹ البدرد المیزان لابن الملقن ۶۰۸) یعنی ایسا راوی ثقہ ہوتا ہے۔  
تنبیہ: حافظ ذہبی نے میزان میں عبد الحمید بن جعفر کو ضعیف نہیں لکھا۔ اور اکاشف میں لکھا ہے کہ ”ثقة“  
(ج ۲ ص ۱۳۳) والحمد للہ

### اوکاڑوی جھوٹ نمبر: 49

اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں کہ  
”علماء غیر مقلدین کا دعویٰ ہے کہ ہم صرف قرآن و حدیث کے مسائل لکھتے ہیں۔ اس دعویٰ سے انہوں نے ہدیۃ المہدی، نزل الابرار، نہج المقبول، بدور الاہلہ، الروضۃ النندیۃ، فقہ محمدیہ، عرف الجادی وغیرہ بہت سی کتابیں لکھیں، ان کتابوں کے بارے میں علماء غیر مقلدین اور عوام غیر مقلدین میں بہت جھگڑا ہے، علماء کہتے ہیں، یہ قرآن و حدیث کے خالص مسائل ہیں، ان میں قیاس و رائے کا کوئی دخل نہیں، عوام غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ہمارے علماء قرآن و حدیث کا نام لے کر جھوٹ لکھ رہے ہیں۔ یہ مسائل تو قرآن و حدیث کے خلاف ہیں۔ الغرض علماء کے نزدیک عوام غیر مقلدین ان کتابوں کا انکار کر کے قرآن و حدیث کے مسائل کے منکر ہیں اور عوام غیر مقلدین کے نزدیک علماء قرآن و حدیث پر جھوٹ بولنے والے تھے۔“ (مجموعہ رسائل ج ۴ ص ۳۰۹ غیر مقلدین کے رسالہ مکتوب مفتوح پر ایک نظر)  
تبصرہ: اوکاڑوی صاحب کے اس کلام سے معلوم ہوا کہ اہل حدیث علماء کے نزدیک الروضۃ النندیۃ، ہدیۃ المہدی،

نزل الابرار، عرف الجادی اور بدور الابلہ وغیرہ کتابیں مقبول ہیں۔

دوسری جگہ خود اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں کہ

”نواب صدیق حسن نے فقہ حنفی کو تو جھوٹ فریب کہا مگر زیدی شیعہ شوکانی یمن کی فقہ کی کتاب الدر المہدیہ کو من وعن قبول کر لیا اور اس کی شرح الروضۃ الندیہ لکھ کر اپنے مذہب کی فقہ بنالیا۔ اس کے بعد نواب وحید الزمان نے ہدیۃ المہدی، نزل الابرار من فقہ النبی المختار اور کنز الحقائق، میر نور الحسن نے عرف الجادی من جنان ہدی الہادی اور صدیق حسن نے بدور الابلہ وغیرہ کتابیں لکھیں مگر ان کتابوں کا جو حشر ہوا وہ خدا کسی دشمن کی کتاب کا بھی نہ کرے۔ نہ ہی غیر مقلد مدارس نے ان کو قبول کیا کہ ان میں سے کسی کتاب کو داخل نصاب کر لیتے، نہ ہی غیر مقلد مفتیوں نے ان کو قبول کیا کہ اپنے فتاویٰ میں ان کو لیتے اور نہ ہی غیر مقلدین عوام نے ان کو قبول کیا۔ وہ مرزا قادیانی اور سوامی دیانند کی کتابوں سے اتنا نہیں جلتے جتنا ان کتابوں کے نام سے جلتے ہیں۔“

(تجلیات صفحہ ۶، جمعۃ اشاعت العلوم الخفیہ فیصل آباد ج ۱ ص ۶۲۰، ۶۲۱)

اوکاڑوی کے اس کلام سے معلوم ہوا کہ اہل حدیث مدرسین و مفتیان کے نزدیک ہدیۃ المہدی، نزل الابرار اور عرف الجادی وغیرہ غیر مقبول (مردود) کتابیں ہیں۔

اسی طرح اوکاڑوی صاحب دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ

”غیر مقلدین میں اگرچہ کئی فرقے اور بہت سے اختلافات ہیں۔ اتنے اختلافات کسی اور فرقے میں نہیں ہیں مگر ایک بات پر غیر مقلدین کے تمام فرقوں کا اتفاق اور اجماع ہے وہ یہ ہے کہ غیر مقلدین کو نہ قرآن آتا ہے نہ حدیث۔ کیونکہ نواب صدیق حسن خان، میاں نذیر حسین، نواب وحید الزمان، میر نور الحسن، مولوی محمد حسین اور مولوی ثناء اللہ وغیرہ نے جو کتابیں لکھی ہیں اگرچہ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے قرآن و حدیث کے مسائل لکھے ہیں لیکن غیر مقلدین کے تمام فرقوں کے علماء اور عوام بالاتفاق ان کتابوں کو غلط قرار دے کر مسترد کر چکے ہیں بلکہ برملا تقریروں میں کہتے ہیں کہ ان کتابوں کو آگ لگا دو۔“ (مجموعہ رسائل ج ۱ ص ۲۲ تحقیق مسئلہ تقلید ص ۶)

اس بیان سے معلوم ہوا کہ تمام اہل حدیث علماء کے نزدیک نواب وحید الزمان و میر نور الحسن وغیرہ کی کتابیں (مثلاً ہدیۃ المہدی، نزل الابرار اور عرف الجادی) غلط اور مسترد ہیں۔

ایک جگہ اوکاڑوی صاحب کہتے ہیں کہ اہل حدیث علماء ان کتابوں کو ”قرآن و حدیث کے خالص مسائل“ مانتے ہیں اور دوسری جگہ کہہ رہے ہیں کہ ”علماء اور عوام بالاتفاق ان کتابوں کو غلط قرار دے کر مسترد کر چکے ہیں“ ان دونوں متضاد دعووں میں سے ایک دعوے میں اوکاڑوی صاحب خود جھوٹے ہیں۔

جھوٹ نمبر 50:

رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین کے بارے میں اہل حدیث پر تنقید کرتے ہوئے اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں کہ

”کبھی تنازعہ رفع یدین کی حدیث کے متواتر ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، یہ بھی سراسر جھوٹ ہے۔“

(مجموعہ رسائل ج ۲ ص ۲۸۴)

تبصرہ: معلوم ہوا کہ اوکاڑوی صاحب کے نزدیک رفع یدین کو متواتر کہنا جھوٹ ہے۔ اس کے برعکس انور شاہ کشمیری دیوبندی فرماتے ہیں کہ

”وليعلم أن الرفع متواتر إسناداً وعملاً لا يشك فيه ولم ينسخ ولا حرف منه وإنما بقي الكلام في الأفضلية“ (نیل الفرقین ص ۲۲)

ترجمہ: اور جاننا چاہیے کہ رفع یدین، بلحاظ سند و بلحاظ عمل متواتر ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ یہ منسوخ نہیں ہوا اور نہ اس کا کوئی حرف منسوخ ہوا ہے۔ صرف افضلیت میں کلام باقی ہے۔

معلوم ہوا کہ اوکاڑوی صاحب کے ظہور و شیوع سے پہلے ہی انور شاہ کشمیری صاحب کے نزدیک اوکاڑوی صاحب کذاب ہیں۔

قارئین کرام!

ماسٹر امین اوکاڑوی صاحب کے پچاس جھوٹ مکمل ہو گئے۔ ان کے علاوہ بھی اوکاڑوی صاحب کے اور بہت سے جھوٹ ہیں مثلاً اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں کہ

حدیث دہم: ”عن عبد الله بن مسعود أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان إذا كبر سكت هنيئة وإذا قال غير المغضوب عليهم ولا الضالين سكت هنيئة وإذا قام في الركعة الثانية لم يسكت وقال الحمد لله رب العالمين.“ (ابو بکر بن ابی شیبہ)

ترجمہ: ”حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت کہ تکبیر کہتے تھے۔ تھوڑا سا سکتہ کرتے تھے۔ اور جب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہتے تھے تب بھی تھوڑا سا سکتہ کرتے تھے۔ اور جب دوسری رکعت میں کھڑا ہوتے تھے تو سکتہ نہ کرتے تھے بلکہ کہتے تھے الحمد للہ رب العالمین“

(مجموعہ رسائل ج ۱ ص ۱۳۸، ۱۳۹ تحقیق مسئلہ آئین ص ۲۶، ۲۷)

یہ روایت ہمیں نہ تو مصنف ابن ابی شیبہ میں ملی ہے اور نہ مسند ابن ابی شیبہ میں اور نہ حدیث کی کسی اور کتاب میں!

تنبیہ: ماسٹر محمد امین اوکاڑوی دیوبندی حیاتی کے یہ پچاس جھوٹ مع تبصرہ، راقم الحروف کی کتاب ”اکاذیب آل دیوبند“ سے پیش کئے گئے ہیں۔ وما علينا إلا البلاغ

ابوالاسجد محمد صدیق رضا

## غیر ثابت قصے

### ستر ہواں قصہ (۱۷) غار میں مکڑی اور کبوتر کا قصہ

(ابو) مصعب الہکی کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا زید بن ارقم و سیدنا انس بن مالک اور سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم کو پایا وہ بیان کر رہے تھے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غار والی رات کو حکم دیا تو غار کے دہانے پھر ایک درخت اُگا اور اُس نے اُسے چھپا دیا، اور اللہ تعالیٰ نے مکڑی کو حکم دیا تو اُس نے غار کے دہانے پر ایک جال بُن دیا اور اُس دہانے کو چھپا دیا۔ اور دو جنگلی کبوتریوں کو حکم دیا تو وہ غار کے منہ پر کھڑی ہو گئیں۔ اور قریش کے جوان اپنی لٹھیوں، سامان جنگ اور تلواروں کے ساتھ وہاں آ گئے حتیٰ کہ جب وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے (۴۰) چالیس ہاتھ دور تھے تو اُن میں کوئی غار کی طرف دیکھنے لگا اور کہا: میں نے غار کے دہانے پر دو کبوتروں کو دیکھا تو میں سمجھ گیا کہ اُس میں کوئی نہیں رسول اللہ ﷺ نے اُس کی یہ بات سن لی اور جان لیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کبوتروں کے ذریعے ان لوگوں کو ہم سے دور کر دیا۔ تو آپ ﷺ نے اُن۔۔۔۔۔

تخریج: ابن سعد نے الطبقات الکبریٰ (ج ۱ ص ۲۲۸ و ۲۲۹) ابن سید الناس نے ”عیون الاثر“ (ص ۲۲۰) عقیلی نے الضعفاء الکبیر (ج ۳ ص ۴۲۲) اسماعیل الاصہبانی نے دلائل النبوة (ص ۷۶) ابو نعیم نے دلائل النبوة (ج ۲ ص ۳۲۵) بیہقی نے دلائل النبوة (ج ۲ ص ۴۸۱ و ۴۸۲) اور خیشمہ نے ”فضائل ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ“ (ص ۱۳۶) میں ”مسلم بن ابراہیم: ثنا عون بن عمرو القیسی“ کی سند سے یہ روایت بیان کی ہے۔

جرح: اس کی سند ساقط (گری ہوئی) ہے۔ اس میں دو عتین ہیں: پہلی عت: عون بن عمرو القیسی ہے ابن معین نے اس کے متعلق فرمایا: ”لا شئی“ یہ کچھ بھی نہیں (اس کی کوئی حیثیت نہیں) اور بخاری نے فرمایا: منکر الحدیث و مجہول ہے۔ دوسری عت: ابو مصعب الہکی ہے۔ عقیلی نے اس کے متعلق فرمایا: یہ مجہول ہے۔ اور ذہبی نے فرمایا: ”لا یعرف“ یہ پہچانا نہیں جاتا۔

حوالے: دیکھئے میزان الاعتدال (ج ۳ ص ۲۲۶) لسان المیزان (ج ۷ ص ۱۰۶) اور عقیلی کی الضعفاء الکبیر (ص ۴۲۳) علامہ بیہقی نے مجمع الزوائد (ج ۶ ص ۵۲) میں یہ روایت بیان کی پھر فرمایا: ”رواہ البزار و فیہ جماعة لم أعرفہم“ اسے بزار نے روایت کیا اور اس کی سند میں راویوں کی ایک جماعت ہے جنہیں میں نہیں جانتا۔

اور ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ (ج ۳ ص ۱۸۱) میں اسے بیان کیا اور پھر فرمایا: اس سند کے ساتھ یہ روایت نہایت ہی غریب ہے۔ (مطلب: انجانی اور غیر مشہور ہے)

### روایت مذکورہ کی ایک اور سند:

امام احمد نے اسے مسند (ج ۱ ص ۳۲۸) طبرانی نے المعجم الکبیر (ج ۱ ص ۴۰۷) عبد الرزاق نے المصنف (ج ۵ ص ۳۸۹) اپنی تفسیر (ق ۳ ص ۹۲ ط) اور طبری نے تفسیر (۶ ص ۲۲۸) میں

”عثمان الجزري أن مقسماً مولى ابن عباس أخبره عن ابن عباس“ کی سند سے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ...﴾

اور جب کافر لوگ آپ کے بارے میں یہ چال سوچ رہے تھے کہ آپ کو قید کر لیں یا قتل کر دیں۔۔۔۔۔ (الانفال: ۳۰) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کے متعلق فرمایا: قریش نے ایک رات مکہ میں مشاورت کی۔۔۔۔۔ تو وہ پہاڑوں پر چڑھ دوڑے اور غار کے قریب سے گزرے تو غار کے دروازے پر کھڑی کا جال دیکھا اور کہا کہ اگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس میں داخل ہوئے ہوتے تو اس کے دروازے پر کھڑی کا یہ جال نہ ہوتا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین راتیں اُس میں ٹھہرے رہے۔۔۔۔۔

جرح: اس کی سند بھی ضعیف ہے۔ اس میں عثمان بن عمرو بن ساج الجزری ہے اس کے متعلق ابو حاتم نے فرمایا: ”لا یحتج بہ“ اس سے حجت نہ پکڑی جائے۔ عقیلی نے فرمایا: اس کی حدیث میں متابعت نہیں کی جاتی اور ابن حجر نے فرمایا: اس میں ضعیف ہے۔

حوالے: دیکھئے تہذیب التہذیب (ج ۷ ص ۱۳۱) تقریب التہذیب (ص ۳۸۶) امام ذہبی کی الکشف (ج ۲ ص ۲۲۳) اور بیہقی نے مجمع الزوائد (ج ۷ ص ۲۷) میں اسے ذکر کیا پھر فرمایا: اسے طبرانی نے روایت کیا اس کی سند میں عثمان بن عمرو الجزری ہے ابن حبان نے اس کی توثیق کی اور دیگر نے اس کو ضعیف قرار دیا اس کے بقیہ راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔

اور ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ (ج ۳ ص ۱۸۱) میں اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا: اس کی سند حسن ہے۔ اور ابن حجر نے بھی اُن کی پیروی کی۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۱۸۸) سو اس تحسین پر غور کی ضرورت ہے اس لئے کہ عثمان الجزری ضعیف الحدیث ہے (نہ کہ حسن الحدیث) جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ الشیخ البانی نے بھی ”فقہ السیرۃ“ کی تخریج میں اسے ضعیف قرار دیا۔

### اس روایت کی ایک اور سند:

ابوبکر التمر وزی نے ”مسند ابی بکر الصدیق“ (رضی اللہ عنہ) میں (ج ۷ ص ۷۳) اسے ”بشار الخفاف قال: حدثنا

جعفر بن سلیمان قال: حدثنا أبو عمران الجوني قال حدثنا المعلى بن زياد عن الحسن“ کی سند سے بیان کیا کہ ”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ (ہجرت کے سفر پر) نکلے اور غار میں داخل ہوئے، ایک مکڑی آئی اور اُس نے غار کے منہ پر ایک جال بنا۔۔۔“ الحدیث جرح: اس کی سند (بھی) ضعیف ہے۔ اس میں دو عاتیں ہیں: پہلی علت: بشار بن الحنف، ابن موسیٰ ہے اور یہ ضعیف اور کثیر الغلط ہے۔ جیسا کہ تقریب التہذیب (ص ۱۲۲) میں لکھا ہوا ہے۔

دوسری علت: ارسال ہے۔

اس حدیث کو علامہ البانی نے بھی تخریج فقہ السیرۃ میں ضعیف کہا (ص ۱۶۳)

عرض مترجم: تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث تین سندوں سے مذکور ہے تینوں میں سے ہر ایک کا ضعف آپ کے سامنے ہے۔ باقی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت کا واقعہ قرآن و احادیث صحیحہ کثیرہ سے ثابت ہے۔ نیز غار میں تین راتیں قیام فرمانا اور کفار کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعاقب میں غار کے دہانے تک آپہنچنا بھی احادیث صحیحہ میں مذکور ہے اس کی تفصیل کے لئے دیکھئے۔ سورۃ توبہ: ۴۰، صحیح البخاری، کتاب الفضائل۔ البتہ غار کے دہانے پر درخت کا اگنا، مکڑی کا جال بننا، دو کبوتروں کا کھڑا ہونا ثابت نہیں لہذا اس کے بیان کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اٹھارہواں قصہ (۱۸) سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر سونے کا قصہ

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آیت ﴿وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ﴾ (ترجمہ: کہ جب کفار آپ کے متعلق یہ چالیں بنا رہے تھے کہ آپ کو قید کر لیں) سے متعلق فرمایا: ایک رات قریش نے مکہ میں مشاورت کی۔ تو اُن میں سے کسی نے کہا صبح ہو تو انھیں رسیوں سے باندھ لو۔ ان (بد بختوں) کی اس سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس تھی اور کسی نے کہا کہ نہیں بلکہ انھیں مکہ سے نکال دو۔

تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر اطلاع دی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بستر پر وہ رات گزاری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (سفر ہجرت کے لئے) تشریف لے گئے یہاں تک کہ غار میں داخل ہو گئے۔ اور مشرکین ساری رات علی رضی اللہ عنہ کی نگرانی کرتے رہے انھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتے ہوئے۔ جب انھوں نے صبح کی تو اُن پر پل پڑے جب یہ دیکھا کہ یہ تو علی ہیں (رضی اللہ عنہ) پس، اللہ تعالیٰ نے اُن کا مکرا بھی پر لوٹا دیا۔ تو انھوں نے کہا کہ آپ کے صاحب کہاں ہیں؟ تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نہیں جانتا۔۔۔۔۔ الحدیث۔ (یہ روایت ضعیف ہے)

تخریج: اسے امام احمد نے مسند (ج ۱ ص ۳۴۸) طبرانی (المعجم الکبیر ج ۱ ص ۴۰۷) عبد الرزاق (المصنف

ج ۵ ص ۳۸۹ تفسیر (ج ۶ ص ۲۲۸) میں ”عثمان الجزری أن مقسما مولیٰ ابن عباس أخبره عن ابن عباس“ کی سند سے اسے روایت کیا (علامہ الفوزی نے اس پر تمام کلام نقل فرمایا جو اس سے پہلے سترہویں (۱۷) قصہ میں گزر چکا ہے وہیں ملاحظہ کیجئے: مترجم)

### اس روایت کی ایک اور سند:

طبری نے تفسیر (ج ۶ ص ۲۲۸) میں ”عبدالرزاق.... قال سمعت أبي يحدث عن عكرمة“ کی سند سے بیان کیا۔ کہ آیت بالا کی تفسیر میں عکرمہ نے فرمایا:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ غار کی طرف نکلے تو آپ نے علی کو حکم دیا تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بستر پر سوئیں۔.....

اور مشرکین ساری رات اُن کی نگرانی کرتے رہے جب اُنھیں سویا ہوا دیکھا تو وہ یہی سمجھتے رہے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو اُنھیں (سویا ہوا) چھوڑے رکھا۔ جب اُنھوں نے صبح کی تو اُن پر چڑھ دوڑے۔ پس وہ تو اُن کے سامنے علی (رضی اللہ عنہ) تھے تو پوچھا کہ آپ کے صاحب کہاں ہیں؟ فرمایا مجھے معلوم نہیں۔ تو اُن مشرکین نے آپ کی طلب میں بڑی مشقتیں اٹھائیں اور بہت خوار ہوئے۔

جرح: اس کی سند میں دو عانتیں ہیں:

پہلی علت: ہمام ابن نافع الخمری، عبدالرزاق کے والد۔ تو یہ مقبول راوی ہیں تقریب (۵۷۳) تب جب اُن کی متابعت کی جائے ورنہ لین الحدیث ہیں۔

دوسری علت: ارسال۔ (عکرمہ تابعی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی روایت مرسل ہوئی۔ مترجم)

### اس حدیث کی ایک اور سند:

ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں (ج ۳ ص ۱۸۳) اس ”ابن لہیعہ عن أبي الأسود عن عروة بن الزبير“ کی سند سے بیان کیا۔ اس کی سند بھی ضعیف ہے اس میں دو عانتیں ہیں:

پہلی علت: ابن لہیعہ ضعیف ہے اس سے حجت نہیں لی جاتی۔

دوسری علت: الارسال۔

عرض مترجم: اس ضعیف روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر ہجرت کے لئے رات کو نکلے جبکہ صحیح روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ ٹھیک دوپہر کے وقت نکلے تھے۔ اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

”فبینما نحن يوماً جلوس فی بیت ابی بکر فی نحر الظہیرۃ . قال قائل لا بی بکر: هذا رسول الله





سند سے بیان کیا۔

جرح: اس کی سند سخت ضعیف ہے اور اس میں دو علتیں ہیں:

پہلی علت: عبدالرحمن بن زیاد النعمانی الافریقی ہے یہ ضعیف ہے (تقریب التہذیب ص ۳۴۰)

دوسری علت: عبدالرحمن بن رافع التوفی ہے یہ ضعیف ہے۔ (تقریب التہذیب ص ۳۴۰)

یہ روایت ابن ماجہ نے اپنی سنن (ج ۱ ص ۸۳ ح ۲۹۹) میں ”داود بن الزبرقان عن بکر بن خنیس عن

عبدالرحمن بن زیاد عن عبداللہ بن یزید عن عبداللہ بن عمرو“ کی سند سے بیان کی۔

جرح: اس کی سند بھی بود (کمزور) کی ہے اس میں دو علتیں ہیں:

پہلی علت: داود بن الزبرقان الرقاشی ہے یہ متروک راوی ہے اور الازدی (بذات خود مجروح) نے اسے

کذاب قرار دیا۔ (تقریب التہذیب ص ۱۹۸)

دوسری علت: عبدالرحمن بن زیاد بن النعمانی الافریقی ضعیف راوی ہے۔ (التقریب ص ۳۴۰)

حافظ العراقی نے احیاء العلوم کی تخریج میں فرمایا: اسے ابن ماجہ نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایت سے ضعیف سند

کے ساتھ بیان فرمایا۔

عرض مترجم: علم کی فضیلت پر قرآن مجید کی بہت سی آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی احادیث صحیحہ اور

حسن سند سے ثابت ہیں پھر اس ضعیف روایت کو بیان کرنے کی کیا ضرورت باقی رہتی ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معلم ہونا ایک بین حقیقت ہے قرآنی نصوص اس پر واضح دلالت کرتی ہیں جیسے آل عمران کی

آیت نمبر ۱۶۴۔ الجمعۃ کی آیت نمبر ۲۲ جو ہمیں اس ضعیف روایت کے بیان کرنے سے مستغنی کر دیتی ہیں۔

**بیسواں قصہ (۲۰) سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا لشکر سمیت دجلہ عبور کرنے کا قصہ**

ابن الرقیل سے روایت ہے کہ جب سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نہر شیر نامی شہر میں پہنچے، یہ آبادی قریب یاہنجی کی جانب تھی۔

تو آپ نے کشتیاں طلب فرمائیں تاکہ لوگوں کو دریا پار کرا کر شہر کی پرلی (دوسری) جانب لے جائیں۔ تو انھیں کچھ نہ ملا

، وہاں کے لوگوں نے اپنی کشتیاں روک لی تھیں۔ پس آپ ماہ صفر کے چند دن نہر شہر میں ہی مقیم رہے، آپ کے ساتھی

اُتر کر دریا پار کرنا چاہتے تھے لیکن مسلمین کی حفاظت اور اُن پر شفقت آپ کو روکے ہوئی تھی۔

یہاں تک کہ چند مدبر لوگ آپ کے پاس آئے اور آپ کو دریا کے کم پانی والی جگہ بتلائی کہ جس سے پانی میں گھس کر

وادی کی پشت کی جانب پہنچا جاسکتا تھا۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے اس سے انکار کر دیا اور آپ کو اس معاملہ میں تردد رہا۔

اور اچانک دریا میں سیلاب آگیا۔ پس سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے ایک خواب دیکھا کہ مسلمانوں کے گھوڑے دریا میں

کود پڑے ہیں۔ اور سیلاب آنے سے ایک بہت بڑا معاملہ ہو گیا۔ تو سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے اس خواب کی تعبیر کا عزم

فرمایا دریا پار کر جانے کے خواب کا۔ تو آپ نے لوگوں کو جمع کیا اور (خطبہ ارشاد فرمایا) اللہ کی حمد و ثناء بیان فرمائی اور کہا: (اے لوگو!) تمہارے دشمن اس دریا کی وجہ سے تم سے محفوظ ہیں۔ تم اُن تک نہیں پہنچ سکتے اور وہ جب چاہیں تم تک پہنچ جائیں۔ اور اپنی کشتیوں میں دور دور رہی سے تم پر (نیزوں، بالوں اور تیروں وغیرہ) سے حملہ کر دیں۔ اور تمہارے پیچھے کوئی ایسی چیز نہیں جس کا تمہیں یہ خوف ہو کہ وہ تمہارے پاس آئے، پس میں تو یہ دریا پار کر کے اُن پر حملہ کر دینے کا پکا ارادہ کر چکا ہوں۔ تو اُن سب لوگوں نے (جواباً) کہا۔ اللہ رب العالمین ہمارے اور آپ کے لئے بھلائی کے ساتھ اس عزم کو پورا کرے۔ آپ ایسا ہی کر دیجئے جس کا آپ نے عزم فرمایا۔

تو سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو دریا پار کرنے کے لئے آمادہ کیا اور فرمایا: کون ابتدا کرتا ہے کہ ہمارے لئے گھاٹ کو محفوظ کرے یہاں تک کہ لوگ اُس سے آلیں اور ایسا نہ ہو کہ وہ انہیں خروج سے روکیں؟ تو عاصم بن عمر اس پر سب سے پہلے تیار ہوئے اُن کے بعد مختلف علاقوں کے چھ سو (۶۰۰) افراد اور بھی تیار ہو گئے۔ آپ نے عاصم کو اُن پر امیر بنایا۔ عاصم اُن کے ساتھ چل پڑے حتیٰ کہ دجلہ کے کنارے آکھڑے ہوئے اور کہا، کون میرے ساتھ تیار ہوتا ہے کہ تمہارے دشمنوں سے گھاٹ کو محفوظ کر لیں؟

تو اُن میں سے ساٹھ (۶۰) آدمی تیار ہو گئے۔ تو عاصم نے انہیں آدھا آدھا یعنی برابر تقسیم کیا اور انہیں گھوڑے اور گھوڑیوں پر سوار کیا تاکہ گھوڑوں کو پانی میں تیرنے میں آسانی ہو۔ تو جب سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے عاصم کو گھاٹ پر دیکھا کہ انہوں نے اس کی حفاظت کر رکھی ہے۔ تو لوگوں کو بھی دریا میں گھس جانے کی اجازت دی اور فرمایا: تم یوں کہو

”نستعين بالله نتوكل عليه، وحسبنا الله ونعم الوكيل، لا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم“

ہم اللہ ہی سے مدد چاہتے ہیں اور اُسی پر بھروسہ کرتے ہیں اور ہمارے لئے اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔ ہر قسم کی قوت اور طاقت اللہ ہی کی طرف سے ہے۔

پس وہ بڑا لشکر بھی اُن کے ساتھ جاملے۔ اور وہ اتھاہ گہرائی پر سوار ہو گئے۔ اور دجلہ (جوش سے) جھاگ اُگل رہا تھا۔ اور لوگ اپنے تیرنے کے دوران میں باتیں کر رہے تھے اور ایک دوسرے کے ساتھ مل گئے، اور یہ باتیں اس طرح کر رہے تھے جس طرح کہ زمین پر اپنی چلت پھرت کے دوران میں کرتے تھے۔ پس انہوں نے اہل فارس کو ایسی ناگہانی صورت حال سے دوچار کر دیا کہ اُن کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ اور انہیں مغلوب کر دیا اور انہیں اُن کے اموال لدوانے میں جلدی کرادی۔ مسلمین صفر ۱۶ھ میں نھر شہر فارس میں داخل ہوئے۔ اور ہر وہ چیز اُن کے قبضہ میں آگئی جو کسریٰ کے مکانات سے باقی رہ گئی تھی تین ارب کے خزانے پر قبضہ کر لیا اور جو کچھ کسریٰ کے بعد ”شیرویہ“ نے جمع کر رکھا تھا۔ یہ من گھڑت واقعہ ہے۔

تخریج: یہ روایت ابو نعیم نے دلائل النبوة میں (ج ۲ ص ۵۷۷ و ۵۷۸ ج ۵۲۲) ”ابو عبیدہ السری بن یحییٰ

السري: ثنا شعيب بن إبراهيم: ثنا سيف بن عمر التيمي عن محمد وطلحة والمهتاب وعمر وسعيد والنضر عن ابن الرافيل “کی سند سے قصہ بیان کیا۔

جرح: میں کہتا ہوں اس کی سند موضوع ہے۔ اس میں سیف بن عمر التیمی راوی ہے اس کے متعلق ابوداؤد نے فرمایا: یہ کچھ بھی نہیں، ابوحاتم نے فرمایا: متروک ہے، ابن حبان نے فرمایا: ثقہ وثبت راویوں سے موضوع روایات بیان کرتا ہے اور فرمایا: یہ احادیث گھڑتا ہے اور یہ زندقہ کے ساتھ متہم کیا گیا۔ ابن معین نے فرمایا: یہ ضعیف الحديث ہے فلس (ایک پیسہ) اس سے بہتر ہے اور سب نے کہا کہ یہ حدیثیں گھڑتا ہے۔ اور اسے زندقہ کے ساتھ متہم کیا گیا۔ نسائی و دارقطنی نے فرمایا: یہ ضعیف ہے۔ ابن عدی نے فرمایا: اس کی حدیث منکر ہے۔

حوالے: دیکھئے۔ میزان الاعتدال (ج ۲ ص ۴۳۵) ابن الجوزی کی الضعفاء (ج ۲ ص ۳۵) تہذیب (ج ۴ ص ۲۵۹) حلبی کی ”الکشف الحثیث عن رمی بوضع الحديث (ص ۱۳۱) ابن حبان کی البحر وحین (ج ۱ ص ۲۴۵) اور اسی سند سے طبری نے اپنی تاریخ (ج ۴ ص ۸ ص ۱۰) میں یہ روایت بیان کی ہے۔

شواہد: اس روایت کے شواہد میں ابوعثمان النہدی، ابوبکر بن حفص بن عمر، عمیر الصائدی، قیس بن ابی حازم، حبیب بن صہبان ابومالک اور عبداللہ بن ابی طیب کی روایات ہیں۔

(۱) روایت ابوعثمان النہدی:

ابونعیم نے دلائل النبوة (ج ۲ ص ۵۷۶) میں طبری نے اپنی تاریخ (ج ۴ ص ۱۰ ص ۱۱) میں ”شعيب عن سيف عن رجل عن أبي عثمان“ کی سند سے یہ قصہ بیان کیا۔ میں کہتا ہوں یہ بھی اپنی کچھلی سند کی طرح ہے اور اس میں دو عاتیں ہیں:

پہلی علت: سیف جو کہ ابن عمر التیمی ہے اور یہ وضع حدیث کے ساتھ متہم ہے۔

دوسری علت: اس سند میں ”رجل“ مجہول ہے۔

دوسرا شاہد: ابوبکر بن حفص بن عمر کی روایت۔ ابونعیم نے دلائل النبوة (ج ۲ ص ۵۷۶) میں اور طبری نے اپنی تاریخ (ج ۴ ص ۱۱) میں ”شعيب عن سيف عن بدر بن عثمان أبي بكر بن حفص بن عمر“ کی سند سے یہ قصہ بیان کیا۔

میں کہتا ہوں اس کی سند بھی اپنی کچھلی سند جیسی ہے (سیف بن عمر کذاب اس سند میں بھی ہے)

تیسرا شاہد: عمیر الصائدی کی روایت:

ابونعیم نے دلائل النبوة (ج ۲ ص ۵۷۷) میں طبری نے اپنی تاریخ (ج ۴ ص ۱۲ ص ۱۳) میں ”شعيب عن سيف عن القاسم بن الوليد عن عمر الصائدي“ کی سند سے یہ قصہ نقل کیا۔ میں کہتا ہوں اس کی سند بھی ویسی ہی ہے۔

(سیف بن عمر اس سند میں بھی ہے)

چوتھا شاہد: قیس بن ابی حازم کی روایت:

ابونعیم نے دلائل النبوة میں (ج ۲ ص ۵۷۷) طبری نے اپنی تاریخ (ج ۴ ص ۱۳) ”شعیب عن سیف عن إسماعیل ابن أبی خالد عن قیس بن أبی حازم“ کی سند سے یہ قصہ روایت کیا۔ میں کہتا ہوں یہ بھی کچھلی سند کی طرح ہے۔

پانچواں شاہد: ”حبیب بن صہبان أبی مالک“ کی روایت:

ابونعیم نے دلائل النبوة (ج ۲ ص ۵۷۷ و ۵۷۸) میں، طبری نے اپنی تاریخ (ج ۴ ص ۱۲) میں ”شعیب عن سیف عن الأعمش عن حبیب بن صہبان أبی مالک“ کی سند سے یہ قصہ بیان کیا۔

میں کہتا ہوں یہ بھی کچھلی سند کی طرح ہے، اس میں دو عتائیں ہیں:

پہلی علت: سیف بن عمر التیمی

(۲) اعمش اور یہ سلیمان بن مہران الاسدی ہیں (بشرط صحت) جو کہ مدلس ہیں۔ یہ روایت عن سے بیان کی سماع یا تحدیث کی صراحت نہیں کی۔ (دیکھئے تعریف اہل التقدیس لابن حجر ص ۶۷)

چھٹا شاہد: عبداللہ بن ابی طیہ کی روایت:

طبری نے اپنی تاریخ (ج ۴ ص ۱۰) میں ”شعیب عن سیف عن الولید بن عبداللہ بن أبی طیبة عن أبیه“ کی سند سے یہ قصہ نقل کیا۔ میں کہتا ہوں یہ بھی کچھلی سند کی طرح ہے۔

عرض مترجم: اس تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ قصہ سیف بن عمر کی گھڑنت ہے اور اس نے اس کے لئے بہت سی سندیں گھڑ دیں مندرجہ بالا تمام اسناد میں یہ جلوہ نما ہے۔ بہت سے لوگ سمندروں، دریاؤں پر چلنے اور اس طرح چلنے کے پاؤں کے تلوے تک نہ بھیگے یا زمین پر چلت پھرت کی طرح چلنے کے بہت سے ”معجزہ نما“ من گھڑت قصے ”کرامات“ کے نام پر بیان کرتے اور ایجاد کرتے ہوئے نہیں تھکتے۔

وہ اس قسم کی روایات بیان کر کے اپنے ”دیو مالائی“ قصوں کو تقویت پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور پھر بڑے فخر سے حوالے بیان کرتے ہیں کہ دیکھو فلاں فلاں کتب میں بھی اس طرح کے قصے مذکور ہیں۔ جب کہ اس قسم کے قصے محض داستانیں ہیں وہ خالصتاً گھڑے ہوئے ہیں۔ ان روایات پر اپنے قصوں کی بنیاد رکھنا خلا میں بگلہ بنانے کے خواب کی طرح ہے، جو پورا ہونا ممکن نہیں۔

## خوش خبری

استاذ محترم حافظ زبیر علی زئی نے حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کی مشہور کتاب ”اختصار علوم الحدیث“ کا اردو ترجمہ مکمل کر لیا ہے۔ اسے مناسب ترین وقت میں شائع کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ

حافظ شیر محمد۔ مکتبہ الحدیث حضرو ضلع اٹک (0300- 5288783)

حافظ زبیر علی زئی

## شہادتِ حسینؑ اور بعض غلط فہمیوں کا ازالہ (مع تلخیص و فوائد)

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله الأمين ، أما بعد :

”حماد: هو ابن سلمة : أخبرنا عمار عن ابن عباس“ کی سند سے ایک خواب مروی ہے جس میں سیدنا عبداللہ بن عباسؓ نے نبی ﷺ کو دیکھا تھا۔ (دیکھئے مسند الامام احمد ۲۸۳/۲ ج ۲۵۵۳)

میں نے ایک سوال کے جواب میں، تحقیق کے بعد لکھا: ”یہ روایت حسن لذاتہ ہے۔“ (ماہنامہ الحدیث: ۱۰ ص ۱۶)

اس روایت کو درج ذیل علماء نے صحیح و قوی قرار دیا ہے:

(۱) حاکم (۲) ذہبی (۳) ابن کثیر، قال: وإسناده قوي (۴) البانی (۵) وصی اللہ عباس المدنی المکی (۶) بوسیری (۷) شعیب أرنؤوط (حنفی) وغیرہ محققین مسند الامام احمد قالوا: إسناده قوي على شرط مسلم .

یمن کے مشہور اہل حدیث عالم شیخ مقبل بن ہادی الوادعی نے بھی اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے ”الصحيح المسند مما ليس في الصحيحين“ (۴۳۹/۱، ۴۴۰، قال: ”هذا حديث صحيح على شرط مسلم“)

شیخ حمود بن عبداللہ التویجری نے کہا: ”وإسناده صحيح على شرط مسلم“ اور اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

(اتحاد الجماعة بما جاء في الفتن والملاحم واشراط الساعة ج ۱ ص ۲۴۰)

میرے علم کے مطابق کسی معتبر محدث یا قابل اعتماد عالم نے اس روایت کو ضعیف، منکر یا شاذ نہیں کہا ہے۔

جدید دور میں حافظ ثناء اللہ ضیاء صاحب نے ”الحدیث“ کی تحقیق کا ماہنامہ ”الصراف“ میں رد لکھا۔ (ج ۵: ۵، اکتوبر ۲۰۰۵ء)

اس کا جواب الجواب راقم الحروف نے ”الحدیث“ (شمارہ: ۲۰) میں شائع کیا جس کا رد حافظ ثناء اللہ صاحب نے ”الصراف“ (ج ۲: شمارہ: ۱، اپریل مئی ۲۰۰۶ء) میں شائع کیا ہے۔

اس رد کا تفصیلی جواب راقم الحروف نے بتیس (۳۲) صفحات پر لکھا جس کا خلاصہ مع فوائد و زیادات درج ذیل ہے:

حدیث ابن عباس پر حافظ ثناء اللہ صاحب نے درج ذیل اُطراف سے جرح کی ہے:

(۱) امام شیخ الاسلام حماد بن سلمہ رحمہ اللہ پر جرح (۲) اختلاط (۳) تدلیس (۴) امام عفان بن مسلم پر حملہ (۵) اضطراب (۶) متن کی دوسری صحیح احادیث سے مخالفت۔

## (۱) امام شیخ الاسلام حماد بن سلمہ رحمہ اللہ پر جرح

ماہنامہ ”الحدیث“ (شمارہ: ۱۰) میں یہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ حماد بن سلمہ صحیح مسلم کے بنیادی راوی اور جمہور محدثین کے

نزدیک ثقہ و صحیح الحدیث ہیں۔ ایسے راوی کی روایت حسن کے درجے سے نہیں گرتی۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں: ”و لم ينحط حديثه عن رتبة الحسن“ اور ان (حماد) کی حدیث حسن کے درجے سے نہیں گری ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ۷/۴۳۶) حافظ ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں: ”راقم کو حماد بن سلمہ رحمہ اللہ کے ثقہ، صدوق اور حسن الحدیث ہونے سے کوئی اختلاف نہیں البتہ سوال یہ ہے کہ کیا ثقہ، صدوق راوی اختلاط کا شکار نہیں ہو سکتا؟....“ (الصراط ۱۲/ص ۴۰) حافظ صاحب کے اس قلم خود تسلیی اعلان کے بعد شیخ الاسلام حماد بن سلمہ رحمہ اللہ پر جرح مردود ہے۔ والحمد للہ

## (۲) اختلاط

حماد بن سلمہ رحمہ اللہ سے عبدالرحمن بن مہدی اور عفان بن مسلم وغیرہما کی روایتیں صحیح مسلم میں موجود ہیں۔ (الحدیث: ۱۰ ص ۱۶) اور یہ قاعدہ ہے کہ صحیحین میں جس مخطوط و متغیر الحفظ راوی سے استدلال کیا گیا ہے یہ اس کی دلیل ہے کہ راوی مذکور کا مخطوط مذکور سے سماع قبل از اختلاط ہے۔ (الایہ کہ کسی خاص راوی کے بارے میں کوئی تخصیص ثابت ہو جائے) ابن الصلاح الشہر زوری لکھتے ہیں: ”واعلم أن من كان من هذا القبيل محتجاً بروايته في الصحيحين أو أحدهما فإننا نعرف على الجملة أن ذلك مما تميز و كان مأخوذاً عنه قبل الإختلاط، والله أعلم“ اور جان لو کہ جو راوی اس قسم کا ہو اور اس کی روایت صحیحین یا کسی ایک میں بطور حجت موجود ہو تو ہم بالجملہ یہ جانتے ہیں کہ اس میں تمیز کیا گیا ہے اور یہ (اس کے) اختلاط سے پہلے اخذ کیا گیا تھا۔ واللہ اعلم (علوم الحدیث مع شرح العراقي ص ۴۶۶، آخر النوع: ۲۲۰ والیہ أشرفی فی ”الحدیث“: ۱۰ ص ۱۶ والحمد للہ)

اس قول کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں:

اول: مخطوطین کی صحیحین میں جملہ روایات قبل از اختلاط کی ہیں۔

دوم: صحیحین میں مخطوطین کے شاگردوں کی ان سے روایات، ان کے اختلاط سے پہلے کی ہیں۔

یہ دونوں مفہوم صحیح ہیں اور حافظ العراقي کی عبارتوں سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے مثلاً دیکھئے التبیان والايضاح (ص ۴۴۲، ۴۶۰)

تنبیہ (۱): اس قاعدے سے صرف وہی روایتیں مستثنیٰ ہوں گی جن کے بارے میں جمہور محدثین نے یہ صراحت کر دی ہے کہ یہ اختلاط کے بعد کی روایتیں ہیں۔ یاد رہے کہ ہمارے علم کے مطابق کسی ایک محدث سے بھی یہ ثابت نہیں ہے کہ عبدالرحمن بن مہدی، عفان اور سلیمان بن حرب وغیرہم نے حماد بن سلمہ کے (مزعوم) اختلاط کے بعد ان سے حدیثیں سنی ہیں بلکہ یحییٰ بن سعید القطان نے فرمایا: جو شخص حماد بن سلمہ کی حدیث لکھنا چاہتا ہے تو وہ عفان بن مسلم کو لازم پکڑ لے۔ (الحدیث: ۲۰ ص ۲۱)

تنبیہ (۲): شیخ عبدالرحمن المعلمی کا خیال ہے کہ حماد کا آخری عمر میں سوء حفظ (یا اختلاط) سوائے یہی کسی نے ذکر



نہیں کیا۔ (دیکھئے التتکیل ج ۱ ص ۲۴۲)

تنبیہ (۳): جن محدثین کرام نے اس روایت کو صحیح و قوی قرار دیا ہے اُن کے نزدیک (بشرط تسلیم اختلاط) یہ روایت حماد نے اختلاط سے پہلے بیان کی ہے۔

حافظ ثناء اللہ صاحب ابھی تک یہ ثابت نہیں کر سکے کہ فلاں راوی نے حماد کے اختلاط سے پہلے سنا ہے اور فلاں راوی نے حماد کے اختلاط کے بعد سنا ہے، ان کی تحقیق کے لحاظ سے حماد کی ساری روایتیں عدم تمیز کی وجہ سے ضعیف ہونی چاہئیں!!

(۳) تدلیس:

حماد بن سلمہ پر حافظ ثناء اللہ صاحب کی طرف سے تدلیس کا الزام لگا دینا علمی میدان میں ثابت نہیں ہے۔ مقدمہ صحیح ابن حبان کی جس عبارت کو انھوں نے پیش کیا تھا اس کا قائل معلوم نہیں ہے۔ حافظ صاحب نے کوشش کی ہے کہ وہ یہ قول امام بخاری رحمہ اللہ سے منسوب کر دیں مگر کئی لحاظ سے وہ اس میں کامیاب نہیں رہے، مثلاً:

۱: امام بخاری کی وفات کے بعد حافظ ابن حبان پیدا ہوئے تھے لہذا اگر وہ یہ قول صراحۃً امام بخاری سے منسوب بھی کرتے تو منقطع ہونے کی وجہ سے مردود تھا۔

۲: امام بخاری کی کسی کتاب، یا ان سے باسند صحیح، کسی کتاب میں حماد بن سلمہ پر تدلیس کا الزام ثابت نہیں ہے۔

۳: حافظ ابن حبان نے صحیح ابن حبان کے مقدمے میں جس پر رد کیا ہے وہ حماد بن سلمہ اور ابوبکر بن عیاش وغیرہما پر رد کرتا ہے اور یہ عام طالب علموں کو بھی معلوم ہے کہ ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ کی صحیح بخاری میں بہت سی روایتیں ہیں لہذا یہ مردود علیہ شخص کوئی اور ہے۔ اور یہ بھی ضروری نہیں کہ رد کی تمام شقیں ضرور بالضرور صرف ایک شخص کا ہی رد ہیں۔

تنبیہ: راقم الحروف کی تحقیق جدید میں ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ و صدوق راوی ہیں لہذا وہ حسن الحدیث ہیں۔ یاد رہے کہ ان کا بیان کردہ ترک رفع یدین والا اثر محدثین کرام کی تصریحات اور شذوذ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

روایت مذکورہ میں حماد بن سلمہ نے سماع کی تصریح کر دی ہے۔

۱: سلیمان بن حرب عن حماد: صرح بالسماع (دلائل النبوة ۲/۶۷۱ و تاریخ دمشق ۱۴/۲۲۸)

۲: عفان بن مسلم عن حماد: صرح بالسماع (احمد: ۲۵۵۳۳ والا استیعاب ۳۸۱، ۳۸۱)

۳: حجاج بن المنہال عن حماد: صرح بالسماع (احمد بن جعفر القطيعی فی فضائل الصحابة ۲/۸۱۷ ح ۱۳۸۹،

و تاریخ دمشق ۱۴/۲۲۸) اس تصریح سماع کے باوجود حماد مظلوم پر یہاں تدلیس کا الزام مردود ہے۔

لطیفہ: صحیح مسلم (۵۰۰/۲۰۳) کی ایک روایت ’إن أبي وأباك في النار‘ میں حماد بن سلمہ عن ثابت عن انس بن مالكؓ والی روایت میں حماد بن سلمہ کے سماع کی تصریح ہمیں نہیں ملی۔!! کیا خیال ہے!!

## (۴) امام عفان بن مسلم پر حملہ

صحیحین (بخاری و مسلم) کے بنیادی راوی اور جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ عفان بن مسلم پر ابن عدی کے قول کو توڑ مروڑ کر حملہ کرنا ظلم عظیم ہے جس کا حملہ آور کومیدان حشر میں حساب دینا پڑے گا۔ ان شاء اللہ، واللہ غفور رحیم روایت مذکورہ میں دو ثقہ راویوں (سلیمان بن حرب، حجاج بن منہال) نے تصریح سماع میں اور چھ ثقہ راویوں (سلیمان بن حرب، عبد الرحمن بن مہدی، حجاج بن المنہال، محمد بن عبد اللہ بن عثمان الخزاز، ابونصر عبد الملک بن عبد العزیز التمار اور حسن بن موسیٰ الاشیب) نے عفان کی متابعت کر رکھی ہے۔ اتنی متابعت کے باوجود عفان رحمہ اللہ پر حملہ کرنا علم حدیث کو گرانے کے مترادف ہے۔

## (۵) اضطراب

اس روایت میں حماد کے چھ ثقہ شاگرد (سلیمان بن حرب، عفان، عبد الرحمن بن مہدی، محمد بن عبد اللہ الخزاز، حجاج بن منہال) ”قتل ذلک الیوم“ نحو المعنی الفاظ بیان کرتے ہیں۔  
ساتویں شاگرد حسن بن موسیٰ الاشیب کی روایت میں اختلاف ہے۔  
۱: عبد بن حمید ”قتل ذلک الیوم“ بیان کرتے ہیں۔ (المختب: ۷۰۹)  
۲: بشر بن موسیٰ الاسدی ”قتل قبل ذلک بیوم“ (المستدرک: ۸۲۰)  
اصول حدیث کا ایک طالب علم بھی یہ جانتا ہے کہ ایک ثقہ راوی کے مقابلے میں اوثق یا بہت سے ثقہ راویوں کی روایت محفوظ و رائج ہوتی ہے لہذا اس حدیث پر اضطراب کا دعویٰ مردود ہے۔  
روایات کی مختصر اور جامع تخریج

### ① سلیمان بن حرب

- ۱: الطبرانی فی الکبیر (۲۸۲)، [قد قتل یومئذ] ۱۲۸۳ [قتل ذلک الیوم]
- ۲: احمد بن جعفر القطیعی فی زوائد فضائل الصحابة (۸۴۲/۷۱۳۹۶) [قتل فی ذلک الیوم]
- ۳: البیہقی فی دلائل النبوة (۴۷۱/۶) و حماد بن سلمة صرح بالسماع عنده [قد قتل ذلک الیوم]
- ۴: ابن عساکر فی تاریخ دمشق (۲۲۸/۱۳) و حماد صرح بالسماع عنده [فوجد وہ قتل یومئذ]

### ② عفان بن مسلم

- ۱: احمد بن مسند (۲۵۵۳) و فضائل الصحابة (۱۳۸۱/۷۹۲) حماد صرح بالسماع [فوجد وہ قتل فی ذلک الیوم]
- ۲: ابن عبد البر فی الاستیعاب (۲۸۱/۲۸۱) من طریق ابن ابی شیبہ) حماد صرح بالسماع [فوجد قتل فی ذلک الیوم]

③ عبد الرحمن بن مہدی

احمد بن مسندہ (۲۱۶۵) و فضائل الصحابة (۱۳۸۰ ح ۷۷۸/۲) [فوجدناه قتل ذلك اليوم]

④ محمد بن عبد اللہ بن عثمان الخزاز

الخطيب في تاريخه (۱۳۲۱) [فإذا هو في ذلك اليوم قتل]

⑤ حجاج بن المنهال

۱: الطبرانی في الكبير (۲۸۲۲ ح ۱۱۰/۳) [فوجد قتل ذلك اليوم] ۱۲/۱۸۵ ح ۱۲۸۳۷ [فوجد قد قتل يومئذ]

۲: احمد بن جعفر القطيعي في زوائد فضائل الصحابة (۱۳۸۹ ح ۷۷۸/۲) حماد صرح بالسماع [فوجدوه قتل يومئذ]

۳: ابن عساکر في تاريخ دمشق (۲۲۸/۱۳) حماد صرح بالسماع [فوجدوه قتل يومئذ]

⑥ ابو نصر (عبد الملك بن عبد العزيز القشيري) التمار

ابن ابی الدینانی کتاب المناہات (ح ۱۳۰) [قتل في ذلك اليوم]

⑦ حسن بن موسى الاشيب

۱: عبد بن حميد في مسنده كمان في المنتخب (ح ۷۰۹، قلمی ص: ۹۷) [قتل ذلك اليوم]

۲: الحاكم في المستدرک (۳۹۷، ۳۹۸ ح ۸۲۰۱) [قتل قبل ذلك بيوم]

منتخب مسند عبد بن حميد کا انکار!!

حافظ ثناء اللہ صاحب ”المنتخب من مسند عبد بن حميد“ کا عملی انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اور منتخب کو اصل پر ترجیح نہیں دی جاسکتی۔“ (الصرطہ جدید ص ۴۳)

عرض ہے کہ اگر حافظ صاحب کو عبد بن حميد کی المسند الکبير کا نسخہ کہیں سے مل گیا ہے تو وہ پیش کریں ورنہ منتخب مسند عبد بن

حميد مطبوع و مخطوط مٹو رہا ہے، اس میں یہ حدیث اسی طرح لکھی ہوئی ہے جیسا کہ میں نے پیش کی

ہے۔ لہذا یہاں اصل پر منتخب کی ترجیح کا کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔ المنتخب والی کتاب بالاتفاق علماء کے درمیان مشہور رہی

ہے مثلاً دیکھئے التقیید لابن نقطہ (ص ۳۶ ت ۱۱) سیر اعلام النبلاء (۲۳۵، ۲۳۶) تاریخ الاسلام للذہبی

(۳۴۱/۱۸) اور المعجم المفہرس لابن حجر (ص ۱۳۴ ق ۲۸۲) وغیرہ۔

اس کی سند بھی موجود ہے جس کا کوئی راوی ضعیف نہیں۔

پتا نہیں حافظ صاحب اس عظیم الشان کتاب کا کیوں انکار کر رہے ہیں؟!

امام حاکم ”لا زوال قوت یادداشت کے مالک“!!

راقم الحروف نے المستدرک کی اکلوتی روایت جو کہ چھ + ۱ = سات ثقہ راویوں کے خلاف ہے، کے بارے میں دو

احتمالات لکھے تھے جن کا خلاصہ یہ ہے:

- ۱: یہ روایت ثقہ راویوں کے خلاف ہونے کی وجہ سے شاذ یعنی مردود ہے۔
  - ۲: ممکن ہے کہ ”قبل“ کا لفظ کاتب، نسخ یا بذات خود امام حاکم کا وہم ہو۔ دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۲۰ ص ۲۲
- اس کے جواب میں حافظ ثناء اللہ صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ ”جبکہ امام حاکم لازوال قوت یادداشت کے مالک تھے۔ ایک مضبوط حافظہ کے مالک امام کو وہم کا شکار قرار دیا جائے۔ یہ تو سیدھا سادھا امام حاکم پر جارحانہ حملہ ہے۔“ (الصراطہ جدید ص ۴۳)
- حافظ ثناء اللہ ضیاء صاحب کا یہ بیان انتہائی عجیب و غریب ہے۔ المستدرک کے اوہام اہل علم پر مخفی نہیں ہیں، بعض جگہ مطبعی اخطاء (غلطیاں) ہیں اور بعض مقامات پر خود امام حاکم کو اوہام ہوئے ہیں۔ مثلاً دیکھئے المستدرک (۱۴۶/۱ ج ۵۱۹) اور التلخیص الحیبر (۲/۱ ج ۷۰)

حافظ ابن حجر العسقلانی لکھتے ہیں: ”و ذکر بعضهم أنه حصل له تغير وغفلة في آخر عمره...“ اور بعض نے یہ ذکر کیا ہے کہ انھیں (حاکم کو) آخری عمر میں تغیر اور غفلت لاحق ہو گئی تھی... (لسان المیزان ۵/۲۳۳)

امام حماد بن سلمہ رحمہ اللہ تو خطائے کثیر اور اختلاط کا شکار ہوں اور امام حاکم ”لا زوال قوت یادداشت کے مالک“ سبحان اللہ! کیسا زبردست انصاف ہے؟!۔

## (۶) متن کی دوسری صحیح احادیث سے مخالفت

خواب کے واقعے کو حقیقی زندگی پر محمول کرتے ہوئے حافظ ثناء اللہ صاحب نے اس حدیث کے متن کو دوسری احادیث سے ٹکرائے کی کوشش کی ہے۔ عرض ہے کہ اس حدیث کو حاکم، ذہبی، بوسیری، ابن کثیر، البانی اور دیگر علماء نے صحیح و قوی قرار دیا ہے۔ وہ اس کے متن کو دوسری صحیح احادیث کے خلاف نہیں سمجھتے مگر حافظ ثناء اللہ صاحب ضرور سمجھتے ہیں۔ ہمارے علم کے مطابق کوئی ایک محدث یا معتبر عالم ایسا نہیں ہے جس نے اس حدیث کو ضعیف و منکر اور صحیح احادیث کے مخالف قرار دیا ہو۔ نبی ﷺ تو دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد جنت میں عالم برزخ میں موجود ہیں۔ اس دنیا میں وفات کے بعد دنیوی جسم و دنیوی زندگی کے ساتھ آپ کی تشریف آوری ثابت نہیں۔ یہ خواب ایک مثال ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو انتہائی مظلومانہ انداز میں شہید کیا گیا اور نبی کریم ﷺ اپنے بیٹے (نواسے) کی مظلومانہ شہادت پر بہت زیادہ غمگین ہوئے۔ اس کے علاوہ باقی جو کچھ ہے وہ حافظ ثناء اللہ صاحب کی فلسفیانہ موشگافیاں ہیں جن کے ذریعے حسن لذاتہ (صحیح) حدیث کو بلڈ و زکرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

## خطائے کثیر یا کثیر الخطاء

امام حماد بن سلمہ رحمہ اللہ پر خطائے کثیر کی جرح ہو یا خطائے قلیل کی، کثیر الخطاء کی جرح ہو یا قلیل الخطاء کی، یہ سب

جرحیں جمہور محدثین کی توثیق کے مقابلے میں مردود ہیں۔ جس ثقہ و صدوق راوی کی کسی روایت میں محدثین کرام کی صراحت سے وہم و خطا ثابت ہو جائے تو اس وہم و خطا کو چھوڑ دیا جاتا ہے لیکن باقی تمام روایات میں وہ راوی صحیح الحدیث و حسن الحدیث ہی رہتا ہے۔ روایت مذکورہ کے بارے میں کسی ایک محدث یا امام سے یہ ثابت نہیں ہے کہ اس روایت میں حماد غلطی لگی ہے۔

تنبیہ: محدثین کرام کے نزدیک جس راوی کی غلطیاں زیادہ ہوں تو اس کی حدیث ترک کر دی جاتی ہے یعنی ایسا راوی ضعیف و متروک ہوتا ہے۔ دیکھئے الکفایۃ (ص ۱۴۳) والحدیث الفاصل (ص ۶۰۶ فقرہ: ۴۲۲) الرسالۃ للشافعی ص ۳۸۲ فقرہ: ۱۰۴۴ اور الجرح والتعديل (ص ۳۲۲ عن شعبۃ وسندہ صحیح) حدیث کے ادنیٰ طالب علموں کو بھی یہ معلوم ہے کہ محدثین کرام نے حماد بن سلمہ کی احادیث کو ترک نہیں کیا لہذا ثابت ہوا کہ حماد بن سلمہ پر ”خطائے کثیر“ والی جرح کی کوئی حیثیت نہیں ہے بلکہ سرے سے مردود ہے۔

### حماد بن سلمہ اور صحیح بخاری

حماد بن سلمہ کی صحیح بخاری میں شواہد و متابعات میں درج ذیل انیس (۱۹) روایات موجود ہیں:

۱۴۲، ۶۶۳، ۷۳۹، ۷۴۸، ۱۰۲۲، ۱۷۳، ۲۳۶۳ [تابع حماد ...]، ۲۷۳۰، ۲۸۳۹، ۲۸۴۵، ۲۸۷۲، ۳۳۰۸ [تابع حماد ...]، ۶۲۴۰، ۵۵۸۸، ۵۴۷۱، ۵۰۶۱، ۴۳۲۰، ۴۲۵۶، ۴۱۹۲، ۳۸۰۵

### صحیح بخاری میں راوی یا روایت کا عدم ذکر

صحیح بخاری میں کسی راوی سے روایت نہ ہونا اس کی قطعاً دلیل نہیں ہے کہ وہ راوی امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک ضعیف ہے اور اسی طرح صحیح بخاری میں کسی روایت کا نہ ہونا اس کی دلیل نہیں کہ یہ روایت امام بخاری کے نزدیک ضعیف ہے۔ بخاری و مسلم نے صحیح روایات یا ثقہ راویوں کے کلی استیعاب کا قطعاً دعویٰ نہیں کیا۔ کسی روایت پر محدثین کا سکوت کرنا صحیح کا حکم نہ لگانا اس کی دلیل نہیں کہ وہ روایت محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔

### زیر بحث سند من وعن صحیح مسلم میں

”حماد بن سلمۃ عن عمار عن ابن عباس“ کی سند سے مروی روایت شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ، جیسی سند من وعن اور بعینہ صحیح مسلم میں موجود ہے۔ دیکھئے صحیح مسلم (۱۲۳/۲۳۵) و ترقیم دار السلام: ۶۱۰۴ ایسی ایک سند کو امام ترمذی ”حسن غریب“ قرار دیتے ہیں۔ (دیکھئے سنن الترمذی: ۳۰۴۴)

### حدیث شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ اور مولانا ارشاد الحق اثری

حدیث شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ کو مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ نے زوائد مسند احمد کی تحقیق میں حسن قرار دیا ہے۔

اس سلسلے میں اصحابِ مکتبہ اثریہ فیصل آباد یا خود مولانا اثری حفظہ اللہ سے رابطہ کیا جاسکتا ہے۔

### خواب کا ظاہری مفہوم

نبی ﷺ نے (ایک دفعہ) خواب میں گائیں (ذبح ہوتی ہوئی) دیکھی تھیں۔ دیکھئے صحیح البخاری (۷۰۳۵) جس کی تعبیر یہ نکلی کہ اُحد میں (ستر کے قریب) صحابہ کرام شہید ہو گئے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین  
ایک دفعہ آپ ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنی قمیص گھسیٹ رہے ہیں۔

(صحیح البخاری: ۲۳۳ صحیح مسلم: ۲۳۹۰ و ترقیم دارالسلام: ۶۱۸۹)

اگر کوئی آدمی اس حدیث سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرے کہ قمیص وغیرہ (زمین پر) گھسیٹ کر چلنا بالکل درست ہے یا وہ اس حدیث کو دوسری احادیث سے ٹکرانے کی کوشش کرے تو اہل علم کے نزدیک یہ حرکت انتہائی غلط اور قابلِ مذمت ہوگی۔ بعینہ یہی معاملہ حدیث ابن عباس والے خواب کا سمجھ لیں یعنی اس سے مراد غم و افسوس کی حالت ہے اور بس!۔

### حاکم کا کسی روایت کو علی شرط الشیخین یا علی أحدہما کہنا

حاکم (وذہبی) کا کسی روایت کو علی شرط الشیخین یا علی أحدہما کہنا تین طرح پر ہے:

- ۱: اس روایت کے راویوں سے صحیح بخاری و صحیح مسلم میں بطورِ حجت (یا بطورِ استشہاد و متابعات) روایت لی گئی ہے۔
- ۲: ان جیسے راویوں سے صحیح بخاری و صحیح مسلم میں بطورِ حجت (یا بطورِ استشہاد و متابعات) روایت لی گئی ہے۔ اس صورت میں المستدرک کے راویوں کا صحیحین یا احدہما میں موجود ہونا ضروری نہیں۔
- ۳: اس خاص سند سے صحیحین میں بطورِ حجت (یا بطورِ استشہاد و متابعات) روایت لی گئی ہے۔ اگر یہ مراد لیا جائے تو حاکم کو کئی اوہام ہوئے ہیں۔

### بحث کا اختتام

شیخ الاسلام حماد بن سلمہ رحمہ اللہ کی بیان کردہ روایتِ شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ بلحاظ سند و متن حسن لذاتہ (صحیح) ہے۔ حافظ ثناء اللہ ضیاء صاحب اس روایت کا ضعیف و منکر ہونا ثابت نہیں کر سکے ہیں۔ اس سلسلے میں اُن کی ساری جدوجہد کا خلاصہ حماد بن سلمہ، عفان بن مسلم اور المنقب من مسند عبد بن حمید (وغیرہ) پر جرح ہے۔ حافظ صاحب کے شبہات اور غلط فہمیوں کے ازالے کے لیے علمائے حدیث مثلاً: مولانا ارشاد الحق اثری وغیرہ کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔ قارئینِ کرام سے یہ درخواست ہے کہ وہ اس سلسلے میں ماہنامہ الحدیث حضور کا شمارہ نمبر: ۱۰ اور شمارہ نمبر: ۲۰ کا بھی مطالعہ کریں۔ وما علینا إلا البلاغ (۲۲ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ)

## نماز فجر کا وقت

حدیث: ۸

(( عن زید بن ثابت : أنهم تسحروا مع النبي ﷺ ثم قاموا إلى الصلوة ، قلت : كم بينهما؟ قال : قدر خمسين أو ستين ، يعني آية ))  
زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ سحری کا کھانا کھایا۔ پھر آپ اور آپ کے ساتھی (فجر کی نماز) کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے، میں (قنادہ تابعی) نے ان (انس رضی اللہ عنہ) سے کہا: سحری اور نماز کے درمیان کتنا وقفہ ہوتا تھا؟ تو انھوں نے کہا: پچاس یا ساٹھ آیات (کی تلاوت) کے برابر۔ [صحیح البخاری: ۸۱/۱ ح ۵۷۵، واللفظ لہ، صحیح مسلم: ۳۵۰/۱ ح ۳۵۰]

### فوائد :

- ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فجر کی نماز جلدی اور اندھیرے میں پڑھنی چاہئے۔  
صحیح البخاری (۸۲/۱ ح ۵۷۸) صحیح مسلم (۶۳۰/۱ ح ۶۴۵) کی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں لکھا ہوا ہے کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھتی تھیں، جب نماز ختم ہو جاتی تو اپنے گھروں کو چلی جاتیں۔ اور اندھیرے میں کوئی شخص بھی ہمیں اور نساء المؤمنین (مؤمنین کی عورتوں) کو پہچان نہیں سکتا تھا۔
- ② ترمذی کی جس روایت میں آیا ہے: أسفروا بالفجر فإنه أعظم للأجر  
فجر کی نماز اسفار (جب روشنی ہونے لگے) میں پڑھو کیونکہ اس میں بڑا اجر ہے۔ (ح ۱۵۴)  
اس حدیث کی رو سے منسوخ ہے جس میں آیا ہے کہ نبی ﷺ وفات تک فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھتے رہے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے:  
”ثم كانت صلواته بعد ذلك التغليس حتى مات ولم يعد إلى أن يسفر“  
پھر آپ ﷺ کی نماز (فجر) وفات تک اندھیرے میں تھی اور آپ نے (اس دن کے بعد) کبھی روشنی میں نماز نہیں پڑھی۔ [سنن ابی داؤد: ۶۳/۱ ح ۳۹۴ وسندہ صحیح، والناسخ والمنسوخ للحازمی ص ۷۷]  
اسے ابن خزیمہ (ج ۱ ص ۱۸۱ ح ۳۵۲)، ابن حبان (الاحسان: ج ۳ ص ۵۳ ح ۱۴۳۶)، الحاکم (۱۹۳، ۱۹۲/۱) اور خطابی نے صحیح قرار دیا ہے، اسامہ بن زید اللیشی کی حدیث حسن درجے کی ہوتی ہے۔ دیکھئے سیر اعلام النبلاء (۶/۳۴۳) وغیرہ، یعنی اسامہ مذکور حسن الحدیث راوی ہے۔



③ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”وصلّ الصبح والنجوم بادية مشتبكة“ الخ اور صبح کی نماز اس وقت پڑھو جب ستارے صاف ظاہر اور باہم الجھے ہوئے ہوں۔ (موطأ امام مالک ۱/۷۷ ح ۶ وسندہ صحیح)

ایک روایت میں آیا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”والصبح بغلس“ اور صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھو۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۴/۱۶۱ وسندہ حسن، حارث بن عمر والہذلی لایزل حدیث عن درجۃ الحسن)  
اس فاروقی حکم کے برعکس دیوبندی و بریلوی حضرات سخت روشنی میں صبح کی نماز پڑھتے ہیں اور پھر یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ ”ہم خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرتے ہیں۔“ ! سبحان اللہ !

④ امام ترمذی فرماتے ہیں: ”وهو الذي اختاره غير واحد من أهل العلم من أصحاب النبي ﷺ منهم أبو بكر وعمر ومن بعدهم من التابعين، وبه يقول الشافعي وأحمد وإسحاق يستحبون التغليس بصلوة الفجر“

نبی ﷺ کے صحابہ میں سے کئی نے اسے اختیار کیا ہے، ان میں ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) اور ان کے بعد کے تابعین ہیں۔ شافعی، احمد اور اسحاق (بن راہویہ) کا یہی قول ہے۔ یہ فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھنا پسند کرتے ہیں۔ (سنن الترمذی تحت ح ۱۵۳)

تنبیہ: اس سلسلے میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا صریح عمل با سند صحیح نہیں ملا۔ نیز دیکھئے شرح معانی الآثار للطحاوی (۱۸۱/۱، ۱۸۲) واللہ اعلم

⑤ سیدنا ابوموسیٰ الاشعری اور سیدنا عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھتے تھے۔ دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ (۳۲۰/۱ ح ۳۲۳۹ وسندہ صحیح، ح ۳۲۴۰ وسندہ صحیح)

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے حکم جاری کیا کہ فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھو۔ دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ (۳۲۰/۱ ح ۳۲۳۷ وسندہ صحیح)

⑥ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھو اور لمبی قراءت کرو۔ (اللاسط لابن المنذر ۲/۵۷۷ وسندہ صحیح، وشرح معانی الآثار ۱۸۱/۱، مصنف ابن ابی شیبہ ۳۲۰/۱ ح ۳۲۳۵)

بہتر یہی ہے کہ صبح کی نماز اندھیرے میں شروع کی جائے اور اس میں لمبی قراءت کی جائے۔

ہمارے ہاں دیوبندی حضرات صبح کی نماز رمضان میں سخت اندھیرے میں پڑھتے ہیں، اور باقی مہینوں میں خوب روشنی کر کے پڑھتے ہیں، پتا نہیں فقہ کا وہ کون سا کلیہ یا جزئیہ ہے جس سے وہ اس تفریق پر عامل ہیں، چونکہ سحری کے بعد سونا ہوتا ہے اس لئے وہ فریضہ نماز جلدی ادا کرتے ہیں۔ یہ عمل وہ اتباع سنت کے جذبہ سے نہیں کرتے کیونکہ بدعتی شخص کو اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب محمد ﷺ کی سنت پر عمل کرنے کی توفیق ہی نہیں دیتا۔

حافظ شیر محمد

## سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے محبت

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ منبر پر خطبہ دے رہے تھے۔ آپ کے قریب ہی سیدنا حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما موجود تھے۔ آپ ایک دفعہ انھیں دیکھتے اور دوسری دفعہ لوگوں کو فرماتے:

(( إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ، وَلَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يَصْلَحَ بِهِ بَيْنَ فِتْنَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ))

میرا یہ بیٹا (نواسا) سید (سردار) ہے اور ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کروائے۔ (صحیح البخاری: ۲۷۰۴)

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا، نبی ﷺ نے (سیدنا) حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو اپنے کندھے پر اٹھایا ہوا تھا اور آپ فرما رہے تھے: (( اللَّهُمَّ إِنِّي أَحْبَبُهُ فَأَحِبَّهُ ))

اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں، تو بھی اس سے محبت کر۔ (صحیح البخاری: ۳۷۴۹، صحیح مسلم: ۲۴۲۲/۵۸)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں دن کے کسی حصے میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ باہر نکلا۔ آپ (سیدہ) فاطمہ رضی اللہ عنہا کے خیمے کے پاس آئے اور فرمایا: چھوٹا بچہ کہاں ہے؟ کیا یہاں چھوٹا بچہ ہے؟ آپ حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔ تھوڑی دیر میں وہ (حسن رضی اللہ عنہ) دوڑتے ہوئے آئے تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں گلے لگا لیا (معانقہ کیا) اور فرمایا: (( اللَّهُمَّ إِنِّي أَحْبَبُهُ فَأَحِبَّهُ وَأَحِبَّ مِنْ يَحِبُّهُ ))

اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں، تو بھی اس سے محبت کر اور جو اس سے محبت کرے اُس سے محبت کر۔

(صحیح بخاری: ۲۱۲۲، صحیح مسلم: ۲۴۲۱/۵۷)

مشہور جلیل القدر صحابی سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے زیادہ کوئی بھی رسول اللہ ﷺ کے مشابہ نہیں تھا۔ (صحیح بخاری: ۳۷۵۲)

نبی کریم ﷺ اسامہ بن زید اور حسن رضی اللہ عنہما کو پکڑتے (اور اپنی رانوں پر بٹھاتے) آپ فرماتے: اے اللہ! ان دونوں سے محبت کر، کیونکہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں۔ (صحیح البخاری: ۳۷۳۵)

سیدنا ابوبکر الصديق رضی اللہ عنہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے تھے۔ عقبہ بن الحارث رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (پیارے) حسن رضی اللہ عنہ کو اٹھارکھا تھا اور آپ فرما رہے تھے: یہ نبی ﷺ کے مشابہ ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۷۵۵)

سیدنا ابوبکر الصديق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: محمد ﷺ کے اہل بیت (سے محبت) میں آپ کی محبت تلاش کرو۔ (صحیح بخاری: ۳۷۵۱)



سیدنا حسن رضی اللہ عنہ پچاس ہجری کے قریب فوت ہوئے۔

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: ”الإمام السيد، ریحانة رسول الله ﷺ وسبطه وسيد شباب أهل الجنة أبو محمد القرشي الهاشمي المدني الشهيد“ امام سید، رسول اللہ ﷺ کے پھول اور نواسے، جنتی نوجوانوں کے سردار، ابو محمد القرشی الهاشمی المدنی الشہید۔ (سیر اعلام النبلاء ۳/ ۳۴۵، ۳۴۶)

حافظ ابن حجر العسقلانی لکھتے ہیں: ”سبط رسول الله ﷺ وريحانته وقد صحبه وحفظ عنه، مات شهيداً بالسم سنة تسع وأربعين وهو ابن سبع وأربعين، وقيل: بل مات سنة خمسين وقيل بعدها“ رسول اللہ ﷺ کے نواسے اور پھول ہیں۔ وہ آپ کے صحابی ہیں اور آپ کی حدیثیں یاد کی ہیں۔ وہ ۲۹ھ میں ۴۷ سال کی عمر میں زہر کے ساتھ شہید کئے گئے۔ کہا جاتا ہے: بلکہ آپ پچاس ہجری یا اس کے بعد فوت ہوئے۔

(تقریب التہذیب: ۱۲۶۰)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”حدثنا وكيع: حدثنا يونس بن أبي إسحاق عن بريد بن أبي مريم السلولي عن أبي الحوراء

عن الحسن بن علي قال: علمني رسول الله ﷺ كلمات أقولهن في قنوت الوتر:

سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے قنوت وتر میں پڑھنے کے لئے یہ کلمات سکھائے:

(( اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِيْمَنْ هَدَيْتَ، وَعَافِنِيْ فِيْمَنْ عَافَيْتَ، وَتَوَلَّنِيْ فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ، وَبَارِكْ لِيْ فِيْمَا

أَعْطَيْتَ، وَفِنِيْ شَرِّ مَا قَضَيْتَ، فَإِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يُقْضَىٰ عَلَيْكَ، إِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَالَيْتَ،

تَبَارَكَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ ))

اے اللہ مجھے ہدایت دے ان لوگوں میں (شامل کر دے) جنہیں تو نے ہدایت دی ہے، اور عافیت میں رکھ ان

لوگوں میں جنہیں تو نے عافیت میں رکھا ہے، اور مجھ سے دوستی کر ان میں جنہیں تو نے دوست بنایا ہے، اور جو مجھے

دیا ہے اس میں برکت ڈال، اور تو نے (تقدیر کا) جو فیصلہ کیا ہے مجھے اس کے شر سے بچا، بے شک تو فیصلہ کرتا

ہے اور تیرے خلاف کوئی فیصلہ نہیں ہو سکتا، جسے تو دوست رکھے اسے کوئی ذلیل نہیں کر سکتا، اے ہمارے رب تو

برکتوں والا اور بلند ہے۔ (مسند احمد ۱/ ۱۹۹ ح ۱۷۱۸ وسندہ صحیح وصحیح ابن خزیمہ: ۱۰۹۵ و ابن الجارود: ۲۷۲)

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں تفصیلی و تحقیقی مضمون ہی میں روایات مناقب و فضائل کو جمع کیا جاسکتا ہے۔ فی الحال

اسی مختصر المختصر پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

اے اللہ! ہمارے دلوں کو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ، تمام صحابہ و ائمہ تابعین تبع تابعین اور سلف صالحین کی محبت سے بھر دے۔ آمین

سیدنا حسن بن علی اور تمام صحابہ کرام سے محبت جزو ایمان ہے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

## ذکر الہی

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ۖ وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۚ هُوَ الَّذِي يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۚ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا ۝ تَجِئْتُهُمْ يَوْمَ يُلْقَوْنَ سَلَامًا ۚ وَأَعَدَّ لَهُمْ أَجْرًا كَرِيمًا ۝﴾

اے ایمان والو! اللہ کو بکثرت یاد کیا کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح کیا کرو، وہی ہے جو تم پر رحمت فرماتا ہے اور اس کے فرشتے بھی تمہارے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں تاکہ وہ تمہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے اور اللہ مومنوں پر بہت مہربان ہے۔ جس دن وہ اللہ سے ملیں گے ان کا استقبال سلام سے ہوگا اور اس نے ان کے لیے باعزت اجر تیار کر رکھا ہے۔ [الاحزاب: ۴۱ تا ۴۴]

### فقہ القرآن:

① قرآن سنت میں کثرت کے ساتھ ذکر الہی کی ترغیب و اہمیت جا بجا موجود ہے کیونکہ ذکر الہی سے انسان کا دل اللہ کی فکر اور سوچ میں رہتا ہے کہ اللہ کی ذات ہی سب کچھ کرنے والی ہے۔ ذکر زبان ہی سے ادائیگی کا نام نہیں بلکہ نماز بھی ذکر الہی کی ایک شکل ہے۔ [دیکھئے سورہ طہ: ۱۳۰] اگرچہ ذکر الہی نماز سے عام ہے لیکن ہر وہ صورت جس میں بندہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرے، ذکر الہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے ساتھ ہوں جب تک وہ مجھے یاد کرے اور میرے (ذکر کے) ساتھ اس کے دونوں ہونٹ حرکت کریں۔ [سنن ابن ماجہ: ۳۷۹۲، صحیح]

② ذکر الہی وہ عبادت ہے جو ہر وقت، پریشانی و خوشحالی میں جاری رہتی ہے اور یہی انسان کی زندگی کا مستقل رشتہ اللہ اور اس کی بندگی کے ساتھ جوڑے رکھتی ہے لیکن صبح و شام کے اوقات خصوصیت کے حامل ہیں۔ نبی کریم ﷺ سے بھی صبح و شام کے اذکار ثابت ہیں۔

③ بصلیٰ کا صلہ علیٰ اور اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا معنی، اللہ کا اپنے بندے پر اپنی رحمت نازل کرنا ہے اور اگر یہ نسبت فرشتوں کی طرف ہو تو دعائے رحمت اور اگر بندے کی طرف ہو تو اس کے معنی دعائے رحمت بھی ہے اور درود وغیرہ بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نور (قرآن و حدیث) کے مقابلے میں جس قدر بھی افکار و خیالات ہیں وہ ظلمات ہیں۔ جب بھی لوگ اللہ کے نور سے نکلیں گے تو وہ تاریکیوں میں جا گریں گے اور یہ تارکی صرف قرآن و حدیث کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے سے ہی دور ہو سکتی ہے۔

④ ”ان کا استقبال سلام سے ہوگا“ سے مراد ہے کہ فرشتے ان کو سلام کریں گے۔ [النحل: ۳۲] یا جنتی ایک دوسرے کو سلام کریں گے۔ [یونس: ۱۰] بعض مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر سلام بھیجا جائے گا۔ واللہ اعلم

## مولانا سلطان محمود محدث جلاپوری رحمہ اللہ (۱۹۰۶ء تا ۱۹۹۵ء)

فضیلۃ الشیخ مولانا ابوالحسن عبداللہ صاحب بڑھیمالوی شیخ الحدیث جامعہ محمدیہ اودکاڑہ فرماتے ہیں:

”مولانا سلطان محمود کا شمار فاضل علماء محدثین، محققین اور یگانہ فضلاء اور مدرسین میں ہوتا ہے۔ علوم عقلیہ، نقلیہ اور اصول و فروع میں ان کی طلباء کے ساتھ محنت دیکھ کر مجھے دلی خوشی ہوئی ہے۔ یہ بلاد الحادو بدعات کا گڑھ ہیں۔ مولانا کی کاوش جلیلہ کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ قبول و منظور فرمائے۔“ (۲ شعبان ۱۳۷۲ھ)

(مولانا سلطان محمود جلاپوری رحمہ اللہ کے) آخری ایام زندگی: ۲۶ اگست ۱۹۹۵ء بروز ہفتہ صبح تدریس کے مقررہ وقت پر جامع صحیح بخاری اور جامع ترمذی کا درس دیا، پھر آرام کیا اور کھانا کھایا۔ وضو کے لئے اٹھے تھے کہ ناگلیں مفلوج ہو گئیں۔ سی۔ ایم۔ ایچ ملتان لے جایا گیا جہاں ان کے پوتے ڈاکٹر عثمان محمود بطور ڈاکٹر آرمی ملازمت میں تھے۔

۳۰ اگست ۱۹۹۵ء سے ۲۶ ستمبر ۱۹۹۵ء تک لاہور میں زیر علاج رہے۔

۲۷ ستمبر کو واپس جلاپور منتقل ہو گئے، طبیعت بہت کمزور ہو چکی تھی۔ ۳۰ ستمبر کو نشتر ہسپتال ملتان میں داخل ہوئے، تقریباً دو ہفتے وہاں علاج ہوتا رہا۔ ۱۶ اکتوبر کو جلاپور واپس لائے گئے اور ۲۳ اکتوبر کو پھرسی۔ ایم۔ ایچ ملتان میں دخل کر دیے گئے۔ ۲۸ اکتوبر کو جلاپور واپس ہوئے تو مسلسل بے ہوشی کی کیفیت طاری تھی۔ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔

۴ نومبر ۱۹۹۵ء بروز ہفتہ بعد نمازِ عشاء اس عظیم انسان نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ کل نفس ذائقۃ الموت

۵ نومبر ۱۹۹۵ء کو بعد نمازِ عصر جنازہ جامع مسجد اہل حدیث محلہ خواجگان سے اٹھا۔ ہزاروں کا مجمع الوداع کہنے اور دعائے مغفرت کے لئے ساتھ تھا۔ کندھا دینے کے لئے لمبے بالنس باندھے گئے تھے۔ شہر کے شمالی طرف جنرل بس سٹاپ کے قریب کھیل کے وسیع میدان میں شیخ محترم کے فرزند پروفیسر محمد یحییٰ صاحب نے جنازہ جہرا پڑھایا اور قبرستان چاہ خیرے والا میں بعد نمازِ مغرب مدفون ہوئے۔ پوری جماعت، تلامذہ اور شہر کے سنجیدہ فکر عوام و خواص، تمام اساتذہ و طلبہ، جماعت کے احباب اور علاقے بھر کے متین عوام و خواص سبھی سو گوار تھے۔ آنکھوں میں آنسو تھے، دل غم سے چور تھے، اور زبانوں پر اپنے محبوب و مقدس شیخ کے لئے بلندی درجہ کی دعائیں تھیں۔ شام کے سائے تیزی سے گہرے ہو رہے تھے، خیال گزرا کہ رات ڈھلتی ہے تو سورج نکلتا ہے اور اپنی آب و تاب دکھا کر پھر ڈوب جاتا ہے لیکن علم و عمل کا جو آفتاب آج غروب ہوا ہے وہ اب کبھی طلوع نہیں ہوگا۔ اس خیال سے ابدی جدائی کا یہ لمحہ نہایت الم انگیز ہو گیا لیکن ہم سب رب ذوالجلال کی رضا مندی پر راضی رہے اور اللہ سے صبر جمیل کی توفیق مانگتے ہوئے واپس آئے۔

إنا لله وإنا إليه راجعون

[”مولانا سلطان محمود محدث جلاپوری رحمہ اللہ حیات۔ خدمات۔ آثار“ تصنیف: مولانا محمد رفیق اثری حفظہ اللہ

ص ۳۲۰، ۳۲۱ شائع کردہ: اثری ادارہ نشر و تالیف، جلاپور پیر والا۔ ضلع ملتان]